آسان تفسیر

سورۃ نور

محمد عبد الحیٔ

اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ۔ لاہور

Marfat.com

آسان تفسیر

سورہ نور

محمد عبدالحی

اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

۱۳۔ای شاہ عالم مارکیٹ، لاہور (پاکستان)

Marfat.com

297.16
T32E
54838

(جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں)

طابع: ——— اشفاق مرزا، مینجنگ ڈائریکٹر

ناشر: ——— اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۱۳-ای، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور (پاکستان)

مطبع: ——— اللہ والا پرنٹرز۔ لاہور

اشاعت:

اوّل جنوری ۱۹۸۹ء ۱۱۰۰

۵۴۸۳۸

قیمت: ۱۸/۰۰ روپے

Marfat.com

وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ
بِمَا عَمِلُوْا ط وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ
عَلِیْمٌ ٥ (سورہ نور آیت ۶۴)

اور جس روز لوگ اُس کی طرف پلٹیں گے وہ انھیں
بتا دے گا کہ وہ کیا کچھ کر کے آئے
ہیں، وہ ہر چیز کا علم
رکھتا
ہے

Marfat.com

Marfat.com

آسان تفسیر

سورہ نور

جب تک کسی دعوت اور تحریک کی پشت پر ایک ایسا معاشرہ نہ ہو جو اس کے نظریات اور اس کے پیش کئے ہوئے اصولوں کی عملی ترجمانی کرتا ہو۔ اس وقت تک عام لوگ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور نہ اسے وہ مقبولیت حاصل ہوتی ہے جو ضروری ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ اسلام ایک دعوت اور تحریک ہے۔ یہ کوئی عام اصطلاح کے مطابق جامد مذہب نہیں ہے۔ جہاں چند رسوم کے مجموعے پر عمل درآمد سے زیادہ کچھ مطلوب نہ ہو۔ انقلابی تحریکیں بالخصوص ایسی انقلابی تحریکیں جن کے سامنے وہ مکمل انقلاب ہو جو انسان کے طرزِ فکر سے لے کر اخلاق و معاملات۔ ہر چیز کو بدلنا چاہتا ہو اور جس کا دائرہ زندگی کے تمام معاملات پر حاوی ہو۔ وہاں سب سے مقدم ایک معاشرہ کی تعمیر اور اصلاح ہوتی ہے۔ یہی حال اسلام کا ہے۔ اسلام ایک مکمل صالح انقلاب کا داعی ہے۔ اور اس کی دعوت اس وقت تک عام نہیں ہوسکتی جب تک اس کے نظریات اور اس کے اصولوں کے مطابق ایک معاشرہ وجود میں نہ آجائے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام سوسائٹی کے نظام کی اصلاح چاہتا ہے۔ اور ایک صالح نظام کے قیام کے بغیر دعوتِ اسلامی کا کام مکمل نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے آپ دیکھیں گے کہ قرآن مجید میں جگہ جگہ اصلاح معاشرہ کے لئے بنیادی احکام دیئے گئے ہیں۔ ان کی پابندی پر زور دیا گیا ہے۔ اور اسے بگاڑنے یا منتشر کرنے کے تمام اسباب کی جڑ کاٹی گئی ہے۔

سورۂ نور میں عقائد کی اصلاح اور عمل صالح کی تلقین کے ساتھ ساتھ بہت سے ایسے احکام دیئے گئے ہیں جن کا تعلق معاشرہ کی اصلاح سے ہے۔ اور ہم یہ جانتے ہیں کہ معاشرہ کی تعبیر کا

Marfat.com

کام ہو یا اصلاح کا اس میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی بڑی اہمیت ہے۔ حقیقت میں جس طرح ان کے بغیر معاشرہ کا وجود ممکن نہیں ہے اسی طرح ان کو ساتھ لئے بغیر کسی معاشرہ کی تعمیر اور اصلاح بھی ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں یہ ہدایت آئی ہے کہ اپنی عورتوں کو سورہ نساء اور سورۂ نور کی تعلیم دو۔ ان دونوں سورتوں میں خاندانی تعلقات کی استواری اور معاشرتی زندگی کو پاکیزہ بنانے والے اصولوں کی تفصیل زیادہ اہمیت کے ساتھ پیش کی گئی ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر آسان تفسیر کے سلسلہ میں سورہ نور کو بھی لیا گیا ہے۔ اور ایک عرصہ تک اس کے اجزاء ماہنامہ "بتول" میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اب بتوفیق الٰہی اسے یکجائی شکل میں شائع کیا جارہا ہے۔ سورہ کے چھوٹے ٹکڑوں کو علیحدہ علیحدہ اس طرح لیا گیا ہے کہ پہلے قرآنی فقروں کا اردو ترجمہ غور کے ساتھ پڑھا جائے، اور کوشش کی جائے کہ عربی الفاظ سے کچھ نہ کچھ مناسبت پیدا ہونے لگے۔ پھر اس کے بعد تشریح اور تفصیل کے طور پر وہ مضمون پیش کیا گیا ہے ان آیات میں بیان ہوا ہے۔ امید ہے کہ آسان تفسیر کے دوسرے اجزاء کی طرح یہ بھی مفید ثابت ہوگا۔ اور شوق سے پڑھا جائے گا۔ لکھتے وقت خواتین کو خاص طور پر پیش نظر رکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے پڑھنے والوں کے لئے اور مرتب کرنے والے کے لئے خیر کا موجب بنائے اور اس کوشش کو قبول فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

۲۴ رجب المرجب سنہ ۱۳۹۹ھ
۲۰ جون سنہ ۱۹۷۹ء

ابو سلیم محمد عبدالحیٔ

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورہ نور

مدینہ میں نازل ہوئی اس میں چونسٹھ ۶۴ آیتیں ہیں

سُوْرَةٌ	یہ ایک سورت ہے
اَنْزَلْنٰهَا	جس کو ہم نے نازل کیا ہے
وَفَرَضْنٰهَا	اور اسے ہم نے فرض کیا ہے
وَاَنْزَلْنَا فِیْهَآ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ	اور اس میں ہم نے صاف صاف ہدایات نازل کی ہیں۔
لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۞	شاید کہ تم سبق لو

قرآن پاک میں اللہ کی طرف سے جو احکامات دیئے گئے ہیں اُن کی نوعیت سمجھ لینا بہت ضروری ہے۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ اسلامی عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ ہمارا خالق و رازق اور معبود ہی نہیں بلکہ حاکم و فرماں روا بھی ہے۔ سارے انسان اس کی مخلوق ہیں۔ اُس کے بندے ہیں، اُس کی رعیت ہیں اور سب اُسی کا دیا کھا رہے ہیں۔ اس حیثیت سے اُن پر لازم ہے کہ وہ ہر اُس حکم کی جو اللہ کی طرف سے آئے، اطاعت اُسی طرح کریں جس طرح ایک حکومت کے احکامات کی اطاعت رعیت کو کرنا پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی یہی حیثیت سورہ نور کی ان ابتدائی آیتوں میں واضح کر دی گئی ہے۔ سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا گیا ہے کہ آگے جو کچھ احکامات تمہیں دیئے جا رہے ہیں وہ "ہم" دے رہے ہیں۔ یہ کوئی نصیحت یا مشورہ نہیں ہے کہ اگر آپ کو پسند آئے یا آپ کا جی چاہے تو آپ مانیں، نہیں تو انکار کر دیں۔ ان کی حیثیت تو اُس حاکم کے فرمان کی ہے جو سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم ہے۔ یہ اُس کے قطعی احکام ہیں، تم پر ان کی پیروی لازم ہے۔ اگر تم انھیں مانو گے تو خوب جان لو کہ حکم دینے والا وہ ہے جس

Marfat.com

کے قبضہ میں تمہاری جانیں ہیں اور جس کی پکڑ سے بچ کر تم کہیں جا نہیں سکتے۔ جب تک زندہ ہو اُس کے قبضہ و اختیار میں ہو اور جب مر جاؤ گے تو اُس وقت بھی اُس کی پکڑ سے باہر نہیں ہو جاؤ گے لہٰذا ان احکامات کو بہت کان کھول کر سنو اور ان کی پیروی کرو۔ کیونکہ نافرمانی کی صورت میں تم سخت پریشانی کا شکار ہو جاؤ گے۔

پھر آخری فقرہ میں یہ بھی فرما دیا گیا ہے کہ تمہیں جو احکام دیئے جا رہے ہیں وہ بہت واضح اور صاف ہیں اُن میں کوئی گنجلک نہیں ہے، تم یہ عذر پیش نہیں کر سکتے کہ ہم احکام کا مفہوم سمجھے ہی نہیں، احکام صاف صاف بیان کئے گئے ہیں، اس لئے تمہیں اُن سے سبق لینا چاہیئے اور ٹھیک ٹھیک ان کی پیروی کرنا چاہیئے۔

اَلزَّانِيَةُ	زنا کرنے والی عورت
وَالزَّانِيْ	اور زنا کرنے والا مرد
فَاجْلِدُوْا	کوڑے مارو
كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا	اُن میں سے ہر ایک کو
مِائَةَ جَلْدَةٍ ۠	سو کوڑے
وَّلَا تَاْخُذْكُمْ	اور تم کو دامن گیر نہ ہو
بِهِمَا رَاْفَةٌ	اُن دونوں پر کسی طرح کا ترس کھانے کا جذبہ
فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ	اللہ کے دین کے معاملہ میں
اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ	اگر تم ایمان رکھتے ہو
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ	اللہ پر اور یوم آخر پر
وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا	اور اُن کو سزا دیتے وقت موجود رہے
طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝	اہلِ ایمان کا ایک گروہ۔

زنا کا مفہوم عام ہے ہر شخص جانتا ہے کہ جب ایک مرد اور ایک عورت میاں بیوی کے جائز رشتے کے بغیر باہم مباشرت کا ارتکاب کریں تو یہ فعل اخلاقاً اور مذہباً ایک شدید گناہ ہے۔ اور انسانی معاشرہ میں ہر زمانہ میں اُسے عیب اور ایک قانونی جرم سمجھا جاتا رہا ہے۔ اسلام نے بھی

Marfat.com

اُسے ایک بڑا گناہ اور شدید جرم قرار دیا ہے اور اُس کے لئے بہت سخت سزا مقرر کی ہے۔ اس آیت میں مجرم مرد اور عورت کے لئے جس سزا کا ذکر ہے اس کے بارے میں علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ سزا غیر شادی شدہ ہونے کی شکل میں دی جائے گی۔ شادی ہو جانے کے بعد اگر کوئی اس گھناؤنے جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی سزا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے بموجب "رجم" ہے یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کر دینا۔

اسلامی قانون حکومت کے سوا کسی کو یہ اختیار نہیں دیتا کہ مجرموں کے خلاف کارروائی کرے اور عدالت کے سوا کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنے طور پر سزا دے ڈالے۔ یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ اسلامی قانون میں یہ جرم قابلِ راضی نامہ نہیں ہے کہ اگر فریقین یا اُن کے متعلقین مثلاً شوہر یا باپ وغیرہ راضی ہوجائیں اور باہم کوئی سمجھوتہ کرلیں تو مجرموں کو سزا نہ دی جائے، زنا کی سزا اسلامی قانون میں قانونِ مملکت کا ایک حصہ ہے اور قابلِ دست اندازی پولیس ہے۔

اس آیت میں ایک بہت قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ اس میں ایک فوجداری قانون کو "دین اللہ" فرمایا گیا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی نظر میں صرف نماز روزہ، حج اور زکوٰۃ ہی دین نہیں ہیں بلکہ مملکت کا قانون بھی دین ہے اور دین کو قائم کرنے کا مطلب صرف نماز ہی قائم کرنا نہیں ہے بلکہ اللہ کا قانون اور نظامِ شریعت قائم کرنا بھی ہے۔

دوسری بات جو قابلِ توجہ ہے وہ یہ ہے کہ سزا کے معاملہ میں کسی طرح کا ترس کھانے یا رعایت کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حد جاری ہونا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ بعض لوگوں پر تو حد جاری کی جائے اور بعض کی رعایت سے اُس میں کمی کر دی جائے ــــ اسلامی قانون میں سب لوگ برابر ہیں۔ کچھ خاص لوگوں کو گرفت اور سزا کے معاملہ میں رعائتیں دینا یا انھیں قانون کی گرفت سے مستثنیٰ قرار دے دینا اسلامی قانون کے خلاف ہے۔ پھر یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ اس جُرم کی سزا کھلے بندوں سب کے سامنے دی جائے تاکہ دوسروں کو نصیحت ہو۔ اسلامی قانون میں عام طور پر سزا کے تین مقصد ہیں، پہلا یہ کہ مجرم سے اس زیادتی کا بدلہ لیا جائے اور اُس کو اس برائی کا مزہ چکھایا جائے جو اُس نے کسی دوسرے

Marfat.com

شخص یا معاشرہ کے ساتھ کی تھی۔ دوسرے یہ کہ اُسے اس بات سے روکا جائے کہ وہ پھر وہی جرم کرے اور تیسرے یہ کہ اُس کی سزا کو ایک عبرت بنا دیا جائے تاکہ معاشرہ میں دوسرے لوگ اس طرح کے کسی جُرم کی جراُت نہ کر سکیں۔

ان آیات میں ایک اور پہلو بھی ایسا ہے جس پر غور کئے بغیر آگے نہ بڑھنا چاہئیے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک حکم دیا کہ ایسے اور ایسے مجرم کو یہ اور یہ سزا دی جائے۔ اور سزا دینے کے معاملہ میں کوئی تخفیف اور رعایت کرنے کا حق تمہیں نہیں ہے اور پھر یہ فرمایا کہ اگر تمہارا یہ اقرار ہے کہ تم اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو تو اس اقرار کا ثبوت تمہیں اپنی عملی زندگی سے دینا چاہئیے۔ اس کی ایک شکل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت پوری پوری کرنا چاہئیے۔ اس میں کچھ گھٹا دینے کچھ بڑھا دینے یا کچھ بدل دینے کا حق بہرحال تمہیں نہیں ہے اور اگر تم ایسی کوئی حرکت کرتے ہو تو تم خدا پر اور آخرت پر ایمان رکھنے کے دعویٰ کو خود اپنے عمل سے جھٹلاتے ہو۔

اَلزَّانِیْ	زانی
لَا یَنْکِحُ	نکاح نہ کرے
اِلَّا زَانِیَۃً	مگر زانیہ کے ساتھ
اَوْ مُشْرِکَۃً ز	یا مشرکہ کے ساتھ
وَّالزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُھَآ	اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہ کرے
اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ ج	مگر زانی یا مشرک
وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝	اور یہ حرام کر دیا گیا ہے اہلِ ایمان پر

اسلامی شریعت نے بدکاری کے جرم کو کتنا سخت قابل سزا سمجھا ہے اس کا اندازہ تو سورہ کی ابتدائی آیتوں سے اچھی طرح ہو جاتا ہے۔ اس بُرے کام سے معاشرہ کو پاک وصاف رکھنے کے لئے اسلام نے جو اور بہت سی صورتیں اختیار کی ہیں ان ہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایسے مردوں یا عورتوں کو جو اس فعلِ بد کا ارتکاب کریں اور توبہ کر کے نیک چلن رہنے کا فیصلہ نہ کریں بلکہ اس فعل بد کو اختیار کئے رہیں نیک چلن مردوں یا نیک چلن عورتوں سے شادی

Marfat.com

کرنے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ اس طرح گویا انھیں سوسائٹی سے خارج سمجھا گیا ہے اور اُن کا ایک معنی کر کے سوشل بائیکاٹ کیا گیا ہے۔ اسلام کی نظر میں ایک ایسے زانی کے لئے جس نے توبہ نہ کی ہو ایک زانیہ ہی موزوں ہے کسی نیک چلن عورت سے اُس کا رشتہ نہیں ہونا چاہیئے، یا پھر وہ اسلامی سوسائٹی سے باہر مشرکوں میں اپنا رشتہ ڈھونڈے جو کسی خدائی حکم کو مانتے ہی نہیں۔ ایسا مرد کسی نیک مومنہ کے لئے موزوں نہیں ہے، اہلِ ایمان پر حرام کر دیا گیا ہے کہ وہ جانتے بوجھتے اپنی لڑکیاں فاجروں کو دیں۔ اسی طرح اگر کوئی عورت اس جرم کی مرتکب ہوتی ہے اور اس نے توبہ بھی نہیں کی ہے تو اس کے لئے بھی نیک چلن مومن مرد موزوں نہیں ہے وہ یا تو اپنے ہی جیسے کسی بدکار کے ساتھ شادی کرے یا پھر کسی مشرک سے، مومنوں کے لئے حرام ہے کہ جن عورتوں کی بد چلنی کا حال انھیں معلوم ہو وہ اُن سے جانتے بوجھتے نکاح کریں۔

یہ حکم ایسے ہی مردوں اور عورتوں پر لاگو ہوتا ہے جو اپنی بُری روش پر قائم ہوں۔ البتہ جو لوگ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں اُن کے لئے یہ حکم نہیں ہے۔ اس حکم کا منشار صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن مردوں یا جن عورتوں کی بدکاری جانی بوجھی ہو اور جن کی روش درست نہ ہو اُن کو نکاح کے لئے منتخب کرنا ایک گناہ ہے، اہلِ ایمان کو اس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ شریعت ایسے لوگوں کو معاشرہ کا ایک بدترین قابلِ نفرت عنصر قرار دینا چاہتی ہے۔

معلوم نہیں کس طرح ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ لوگ اس فعل بد کے ارتکاب کو نہایت بُرا سمجھتے ہیں اگر وہ عورت سے ہوا ہو اور عام طور پر اگر خدانخواستہ کسی عورت کے سلسلہ میں اس طرح کی بدنامی ہو جائے تو لوگ رشتہ کرنے میں بڑی قباحت محسوس کرتے ہیں۔ لیکن اس کے برخلاف مردوں کے سلسلہ میں یہ شدت نہیں برتی جاتی اُن کی بدکاری کے چرچوں بلکہ اُس کے شواہد کے باوجود لوگ اُن سے رشتہ کرلے میں تامل نہیں کرتے بشرطیکہ مال و دولت اور دوسرے اسباب کی بنار پر وہ موزوں ہوں۔ یہ اندازِ فکر اسلامی مزاج کے بالکل منافی ہے۔ آپ نے دیکھا کہ اس آیت میں جس میں ایسے لوگوں سے رشتہ کرنے سے روکا گیا ہے عورت اور مرد کو برابر رکھا گیا ہے۔ اسلام کی نظر میں

Marfat.com

توبہ اور اصلاح کے بغیر جس طرح ایک عورت نکاح کے قابل نہیں ہے اسی طرح ایک بدکار مرد بھی توبہ اور اصلاح کے بغیر ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ اُس کا رشتہ کسی مومنہ صالحہ سے کیا جائے، اس بارے میں مرد اور عورت کے درمیان امتیاز جائز رکھنے کی کوئی گنجائش اس آیت کی روشنی میں نظر نہیں آتی۔

وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ
يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ	پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں
ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ	پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں
فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً	ان کو اسّی کوڑے مارو
وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ	اور اُن کی شہادت کبھی قبول نہ کرو۔
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝	اور وہ خود ہی فاسق ہیں۔
اِلَّا الَّذِيْنَ	سوائے اُن لوگوں کے
تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ	جو اس حرکت کے بعد تائب ہو جائیں
وَاَصْلَحُوْا ۚ	اور اصلاح کر لیں۔
فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝	کہ اللہ ضرور (اُن کے حق میں) غفور اور رحیم ہے۔

اگر کسی معاشرہ میں لوگوں کے ناجائز تعلقات اور آشنائیوں کے چرچے عام ہو جائیں تو اس سے عام ذہنوں میں گناہ کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے اور ایک غیر محسوس طریقہ پر ایک عام بدکاری کا ماحول بنتا چلا جاتا ہے، جب کوئی شخص مزے لے لے کر کسی کے صحیح یا غلط گندے واقعات دوسروں کے سامنے بیان کرتا ہے اور دوسرے اس میں نمک مرچ لگا کر ادھر ادھر کہتے پھرتے ہیں تو ذہنوں کی آوارگی پیدا ہوتی ہے اور گندی باتوں کی طرف لوگوں کی توجہ بڑھ جاتی ہے، پھر بات یہیں تک نہیں رہتی بلکہ کچھ اور لوگوں کے بارے میں بھی لوگ اپنی ناقص معلومات اور اپنے شبہات کو رنگ دے دے کر بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں اس طرح گویا شہوانی جذبات کی ایک عام رو چل پڑتی ہے۔ اسلامی شریعت اس فضا کو قطعاً پیدا ہونے نہیں دینا چاہتی۔ وہ اس کیفیت کو سختی کے ساتھ دبا دینا چاہتی ہے۔ شریعت حکم دیتی ہے

Marfat.com

کہ اگر معاشرہ میں کسی جگہ یہ برائی پیدا ہو جائے اور شہادتوں کی بنا پر جرم ثابت ہو جائے تو اس کو وہ انتہائی سزا دی جائے جو کسی اور جرم پر نہیں دی جاتی ہے۔ صرف اسی جرم میں شریعت نے عینی شہادت کا نصاب چار رکھا ہے، چار گواہوں کی شرط کسی دوسرے جرم میں نہیں ہے، اس طرح کی گواہیاں میسر آجانا بہت دشوار امر ہے، ان شہادتوں کے بغیر اگر کوئی شخص کسی کے بارے میں کوئی ایسی ویسی بات منہ سے نکالتا ہے تو اسے اسی کوڑے مارنے کی سزا دی جائے گی۔ فرض کر لیجئے کہ اگر کسی شخص نے اپنی آنکھوں سے کسی کو بدکاری کرتے دیکھ لیا تب بھی اسے خاموش رہنا پڑے گا اور جب تک چار گواہ موجود نہ ہوں وہ منہ سے بات نہیں نکال سکتا اور اگر اس کے بغیر وہ یہ بات ادھر ادھر پہنچائے گا تو اپنے کو اسی کوڑوں کی سزا پانے کا مستحق بنائے گا۔ مدعا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر گندگی کہیں پڑی ہے تو وہ وہیں پڑی رہے آگے نہ پھیل سکے۔ اور اگر مجرموں نے اتنی بے حیائی اختیار کی ہے کہ ان کے خلاف چار گواہ بھی موجود ہیں تو پھر بھی کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ بیہودہ چرچے کرتا پھرے بلکہ اسے معاملہ حکام کے پاس لے جانا چاہیئے اور عدالت میں ملزم کا جرم ثابت ہو جائے تو اسے سزا دینا چاہیئے۔

معاشرہ کو بدکاری کی گندگی سے پاک رکھنے کے لئے یہ بڑا اہم حکم ہے، افسوس اس بات کا ہے کہ قانون کی گرفت موجود نہ ہونے کی وجہ سے آج مسلم معاشرہ میں اس جرم نے محض ایک سادہ سی تفریح کا مقام حاصل کر لیا ہے، معمولی معمولی باتوں پر شبہ کر کے اپنے اپنے گمان اور اندازوں سے کہانیاں گھڑلی جاتی ہیں اور پھر مزے لے لے کر ایک دوسرے کو سنائی جاتی ہیں۔ ایسے واقعات بھی ہوتے ہیں کہ جن میں ملزموں کا جرم تقریباً ثابت ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اس کی گنجائش نہیں ہے کہ آدمی اپنی معلومات کی بنا پر کسی کے بارے میں کوئی گندی بات منہ سے نکالے۔ بلاشبہ اسلامی عدالتیں موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس طرح کی باتیں کرنے والوں کو وہ سزا نہیں دی جاسکتی جو شریعت نے مقرر کی ہے۔ لیکن آخرت کے لئے ایسے لوگ بہت بُرا ذخیرہ جمع کرتے ہیں۔ اس پہلو سے احتیاط نہ کرنے کا ہی نتیجہ ہے کہ اس وقت واقعات سے زیادہ اپنے اپنے تصور اور تخیل کی بنا پر افسانے تیار ہوتے ہیں، اور پھر وہ باہم بیٹھ کر دہرائے جاتے ہیں اور اب تو مزید ستم یہ ہے کہ ادب کے نام پر کتنے ہی ایسے خیالی افسانے

Marfat.com

شائع ہوتے ہیں، لوگ انھیں مزے لے لے کر پڑھتے ہیں اور ذہنوں کی پراگندگی برابر بڑھتی رہتی ہے۔

اس ماحول میں سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ آپ کسی موقعہ پر بھی کسی طرح نہ الفاظ میں نہ اشاروں اور کنایوں میں کسی کے متعلق بدگمانی کا اظہار نہ کریں۔ یہ ایک شدید جرم ہے۔ اللہ کے یہاں اس پر پکڑ ہوگی، آپ اپنی زبانوں کی احتیاط کریں اور ہرگز کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکالیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر کہیں اس قسم کے چرچے ہو رہے ہوں تو آپ مناسب انداز میں لوگوں کو اُن کے فعل کی قباحت سمجھائیں اور انھیں اس شغل سے باز رکھنے کی کوشش کریں۔ اور اگر خدانخواستہ اس کا بھی موقعہ نہ ہو یا آپ کو اس میں کامیابی نہ ہو سکے تو کم از کم اتنا تو کر ہی سکتے ہیں کہ آپ ایسی مجلسوں سے الگ ہو جائیں۔

آیت میں جس تہمت لگانے کا ذکر ہے اس سے مراد صرف زنا کی تہمت ہے۔ شریعت میں اس تہمت لگانے کے لئے "قذف" کی اصطلاح مقرر کی گئی ہے۔ آیت میں جس سزا کا ذکر ہے وہ قذف ہی کے لئے ہے، اگر کوئی کسی پر کسی دوسری طرح کی تہمت لگائے تو اُس کی سزا حالات اور جرم کی نوعیت کے مطابق مقرر کرنے کا کام اسلامی حکومت کا ہے اس کا ذکر یہاں نہیں ہے۔

جس طرح عورتوں پر تہمت لگانا جرم ہے اور اُس کی سزا مقرر ہے اسی طرح پاکدامن مردوں پر بھی الزام لگانے کا یہی حکم ہے اور الزام لگانے والا چاہے مرد ہو یا عورت دونوں کے لئے سزا مقرر ہے۔

الزام لگانے والے کو کن کن حالات میں سزا دی جاسکتی ہے اور الزام کی نوعیت کیا ہو اور جس پر الزام لگایا گیا ہے اُس کی حیثیت اور نوعیت کیا ہو ان سب باتوں کی تفصیل اسلامی شریعت میں موجود ہے اور اسلامی عدالتیں ان ہی شرائط کے تحت سزا دے سکتی ہیں۔

شریعت کی نظر میں اس طرح بلا ثبوت کسی پر بدکاری کا الزام لگانا کتنا سنگین جرم

Marfat.com

ہے، اس کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہو سکتا ہے جو اس آیت میں ان الفاظ میں بیان ہوا ہے کہ "ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو، وہ خود ہی فاسق ہیں"۔ اگر اسلامی عدالتیں قائم ہوں تو ایسے لوگوں کی گواہی کبھی لی ہی نہ جائے جو قذف کا جرم کر چکے ہوں لیکن چونکہ اس وقت ہم اسلامی نظام حکومت کی برکتوں سے محروم ہیں اس لئے ہم کم از کم اتنا تو کر ہی سکتے ہیں کہ جو لوگ ہمارے معاشرہ میں اس جرم کا ارتکاب کرتے ہوں انھیں ہم اپنے آپسی معاملات میں قابل اعتبار نہ سمجھیں، انھیں اپنا مشیر نہ بنائیں اور اُن کے فیصلوں اور رایوں کو وزن نہ دیں کیونکہ فاسق کے سلسلہ میں جو تاکیدی احکام شریعت میں آئے ہیں وہ بہت سخت ہیں، ہمیں پوری شدّت کے ساتھ اس جرم کی قباحت محسوس کرنا چاہیئے اور ہرگز ہرگز کوئی ایسی بات نہ کرنا چاہیئے جس سے یہ جرم ہم پر لاگو ہو جائے۔ دوسروں کے سلسلہ میں چھان بین اور فیصلے کرنے کے بجائے یہ کہیں بہتر ہے کہ ہم خود اپنی روش پر غور کریں اور اس جرم کے ارتکاب سے دور رہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ	اور جو لوگ اپنی بیویوں پر الزام لگائیں
وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ	اور اُن کے پاس خود اپنے سوا کوئی دوسرے گواہ نہ ہوں
فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ	تو اُن میں سے ایک شخص کی شہادت (یہ ہے کہ وہ)
اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ	چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ
اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝	وہ (اپنے الزام میں) سچا ہے
وَالْخَامِسَةُ	اور پانچویں بار کہے
اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ	کہ اُس پر اللہ کی لعنت ہو
اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝	اگر وہ (اپنے الزام میں) جھوٹا ہو
وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ	اور عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے
اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ	کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر شہادت دے
اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝	کہ یہ شخص (اپنے الزام میں) جھوٹا ہے
وَالْخَامِسَةَ	اور پانچویں مرتبہ کہے

Marfat.com

اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ	کہ اس بندی پر اللہ کا غضب ٹوٹے
اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝	اگر وہ (اپنے الزام میں) سچا ہو۔
وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ	تم لوگوں پر اللہ کا فضل اور اُس کا رحم نہ ہوتا تو (بیویوں پر الزام کا معاملہ تمہیں بڑی پیچیدگی میں ڈال دیتا۔
وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝	حقیقت یہ ہے کہ اللہ بڑا التفات فرمانے والا اور حکیم ہے۔

اس سے پہلے قذف کا بیان گزر چکا ہے جس میں ان لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے کی صراحت کی گئی ہے جو کسی پر بدکاری کی تہمت لگائیں، اس حکم کا ظاہری منشا یہی معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں میں بدکاری کے چرچے بند ہو جائیں اور اگر وہ کہیں ایسی ویسی بات دیکھیں بھی تو اس وقت تک زبان نہ کھولیں جب تک اُن کے پاس چار گواہ نہ ہوں۔ یہ بات آسان نہیں۔ اس حکم کے آنے کے بعد سوال یہ اٹھا کہ جہاں تک اوروں کا معاملہ ہے، آدمی اگر اپنی زبان پر قفل چڑھا لے تو ٹھیک ہے لیکن اگر خدانخواستہ وہ خود اپنی بیوی کی بدچلنی دیکھ لے تو کیا کرے۔ اس پیچیدگی سے نکلنے کے لئے شریعت نے یہ ضابطہ مقرر کیا ہے جس کی تفصیل ان آیات میں دی گئی ہے، فقہ کی اصطلاح میں اسے لعان کہتے ہیں۔ ایسی صورت پیش آجائے تو پھر میاں بیوی میں علیحدگی کرا دی جائے گی۔

اب — جو آیتیں آگے آرہی ہیں یعنی آیات ۱۱ تا ۱۲ ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ سے متعلق ایک بہت اہم واقعہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ تاریخی اعتبار سے اس واقعہ کا تعلق غزوۂ بنی المصطلق سے ہے جو شعبان ۶ھ میں واقع ہوا۔ اس وقت مدینہ میں منافقین پوری قوت کے ساتھ اسلامی تحریک کی مخالفت پر کمر باندھے ہوئے تھے منافقوں کو خاص طور پر یہ بات سخت ناگوار تھی کہ مسلمانوں کے اخلاق اور اُن کی بے داغ سیرتیں لوگوں کے دلوں پر اثر کرتی جارہی تھیں۔ پھر مسلمانوں کا اتحاد اور نظم وضبط انھیں ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ کمینہ خصلت لوگوں کا خاصہ ہوتا ہے کہ جب وہ اپنے مخالفوں میں خوبیاں اور اپنے میں کمزوریاں دیکھتے ہیں تو اپنی کمزوریاں دور کرنے کی فکر انھیں نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنے

Marfat.com

مخالفوں پر کیچڑ اچھال کر انھیں بھی نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں، چنانچہ مدینہ کے منافق بھی انہی حرکتوں پر اُتر آئے تھے۔ پہلے تو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منھ بولے بیٹے حضرت زیدؓ اور اُن کی مطلقہ بیوی حضرت زینبؓ سے متعلق اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے جس کا ذکر سورۂ احزاب میں آیا ہے، اس کے بعد انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت کا ایک طوفان اُٹھایا۔ اسی واقعہ کی تردید اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں فرمائی ہے جو آگے آرہی ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ ان آیتوں کی تشریح سے پہلے اس واقعہ کے متعلق حضرت عائشہؓ نے جو کچھ خود فرمایا ہے وہ آپ کے سامنے آجائے مختلف احادیث میں اس واقعہ کے متعلق تفصیلات آئی ہیں۔ تفہیم القرآن میں احادیث میں بیان کئے گئے واقعات کو ایک تسلسل کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبانی نقل کیا گیا ہے۔ پہلے ہم وہی تفصیلات آپ کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:-

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ جب آپ سفر پر جانے لگتے تو قرعہ ڈال کر فیصلہ فرماتے کہ آپؐ کی بیویوں میں سے کون آپ کے ساتھ جائے۔[1] غزوۂ بنی المصطلق کے موقعہ پر قرعہ میرے نام نکلا اور میں آپؐ کے ساتھ گئی۔ واپسی پر جب ہم مدینہ کے قریب تھے، ایک منزل پر رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ کیا اور ابھی رات کا

---

[1] اس قرعہ اندازی کی نوعیت لاٹری کی سی نہ تھی۔ دراصل تمام بیویوں کے حقوق برابر تھے۔ اُن میں سے کسی کو کسی پر ترجیح دینے کی کوئی معقول وجہ نہ تھی۔ اب اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود کسی کا انتخاب کرتے تو دوسری بیویوں کی دل شکنی ہوتی اور اُن میں باہم رشک و رقابت پیدا ہونے کے لئے بھی یہ ایک محرک بن جاتا۔ اس لئے آپؐ قرعہ اندازی سے اس کا فیصلہ فرماتے تھے۔ شریعت میں قرعہ اندازی ایسی ہی صورتوں کے لئے ہے جبکہ چند آدمیوں کا جائز حق بالکل برابر ہو اور کسی کو کسی پر ترجیح دینے کے لئے کوئی معقول وجہ موجود نہ ہو، مگر حق کسی ایک ہی کو دیا جا سکتا ہو۔

Marfat.com

کچھ حصّہ باقی تھا کہ کوچ کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ میں اٹھ کر رفع حاجت کے لئے گئی اور جب پلٹنے لگی تو قیام گاہ کے قریب پہنچ کر مجھے محسوس ہوا کہ میرے گلے کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر پڑا ہے۔ میں اُسے تلاش کرنے میں لگ گئی اور اتنے میں قافلہ روانہ ہوگیا۔ قاعدہ یہ تھا کہ میں کوچ کے وقت اپنے ہودے میں بیٹھ جاتی تھی اور چار آدمی اُسے اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیتے تھے۔ ہم عورتیں اس زمانے میں غذا کی کمی کے سبب سے بہت ہلکی پھلکی تھیں۔ میرا ہودہ اُٹھاتے وقت لوگوں کو یہ محسوس ہی نہ ہوا کہ میں اُس میں نہیں ہوں۔ وہ بے خبری میں خالی ہودہ اونٹ پر رکھ کر روانہ ہوگئے۔ میں جب ہار لے کر پلٹی تو وہاں کوئی نہ تھا آخر اپنی چادر اوڑھ کر وہیں لیٹ گئی اور دل میں سوچ لیا کہ آگے جاکر جب لوگ مجھے نہ پائیں گے تو خود ہی ڈھونڈتے ہوئے آجائیں گے۔ اسی حالت میں مجھ کو نیند آگئی۔ صبح کے وقت صفوان بن مُعطّل سُلمیؓ اس جگہ سے گذرے جہاں میں سو رہی تھی اور مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے کیونکہ پردے کا حکم آنے سے پہلے وہ مجھے بارہا دیکھ چکے تھے (یہ صاحب بدری صحابیوں میں سے تھے، اُن کو صبح دیر تک سونے کی عادت تھی[1] اس لئے یہ بھی کہیں لشکر گاہ میں پڑے سوتے رہ گئے تھے اور اب اٹھ کر مدینہ جا رہے تھے) مجھے دیکھ کر انھوں نے اونٹ روک لیا اور بے ساختہ اُن کی زبان سے نکلا ـــ "اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] ابوداؤد اور دوسری کتب سنن میں یہ ذکر آتا ہے کہ اُن کی بیوی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کی شکایت کی تھی کہ یہ کبھی صبح کی نماز وقت پر نہیں پڑھتے۔ انھوں نے عذر پیش کیا کہ یا رسول اللہ، یہ میرا خاندانی عیب ہے، دیر تک سوتے رہنے کی اس کمزوری کو میں کسی طرح دور نہیں کر سکتا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ اچھا جب آنکھ کھلے نماز ادا کر لیا کرو۔ بعض محدثین نے ان کے قافلے سے پیچھے رہ جانے کی یہی وجہ بیان کی ہے مگر بعض دوسرے محدثین اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس خدمت پر مامور کیا تھا کہ رات کے اندھیرے میں کوچ کرنے کی وجہ سے اگر کسی کی کوئی چیز چھوٹ گئی ہو تو صبح اُسے تلاش کر کے لیتے آئیں۔

Marfat.com

علیہ وسلم کی بیوی یہیں رہ گئیں۔"

اس آواز سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اُٹھ کر فوراً اپنے منہ پر چادر ڈال لی۔ انھوں نے مجھ سے کوئی بات نہ کی، لا کر اپنا اونٹ میرے پاس بٹھا دیا اور الگ ہٹ کر کھڑے ہو گئے میں اونٹ پر سوار ہو گئی اور وہ نکیل پکڑ کر روانہ ہو گئے، دوپہر کے قریب ہم نے لشکر کو جا لیا جب کہ وہ ابھی ایک جگہ جا کر ٹھیرا ہی تھا اور لشکر والوں کو ابھی یہ پتہ نہ چلا تھا کہ میں پیچھے چھوٹ گئی ہوں، اس پر بہتان اٹھانے والوں نے بہتان اٹھا دیئے اور اُن میں سب سے پیش پیش عبداللہ بن اُبی تھا۔ مگر میں اس سے بے خبر تھی کہ مجھ پر کیا باتیں بن رہی ہیں۔"

(دوسری روایت میں آیا ہے کہ جس وقت صفوانؓ کے اونٹ پر حضرت عائشہؓ لشکر گاہ میں پہنچیں اور معلوم ہوا کہ آپؓ اس طرح پیچھے چھوٹ گئی تھیں، اُسی وقت عبداللہ بن اُبی پکار اٹھا ـــ "خدا کی قسم یہ بچ کر نہیں آئی ہے۔ لو دیکھو تمہارے نبی کی بیوی نے رات ایک اور شخص کے ساتھ گذاری اور اب وہ اُسے علانیہ لئے چلا آرہا ہے)

"مدینہ پہنچ کر میں بیمار ہو گئی اور ایک مہینہ کے قریب پلنگ پر پڑی رہی۔ شہر میں اس بہتان کی خبریں اُڑ رہی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں تک بھی بات پہنچ چکی تھی۔ مگر مجھے کچھ پتہ نہ تھا بلکہ جو چیز مجھے کھٹکتی تھی وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ توجہ میری طرف نہ تھی جو بیماری کے زمانے میں ہوا کرتی تھی۔ آپ گھر میں آتے تو بس گھر والوں سے یہ پوچھ کر رہ جاتے کیف تیکم؟ (کیسی ہیں یہ؟) خود مجھ سے کوئی کلام نہ کرتے اس سے مجھے شبہ ہوتا کہ کوئی بات ضرور ہے۔ آخر آپؐ سے اجازت لے کر میں اپنی ماں کے گھر چلی گئی تا کہ وہ میری تیمار داری اچھی طرح کر سکیں۔

ایک روز رات کے وقت حاجت کے لئے میں مدینہ کے باہر گئی اُس وقت تک ہمارے گھروں میں یہ بیت الخلاء نہ تھے، اور ہم لوگ جنگل ہی جایا کرتے تھے۔ میرے ساتھ مسطح بن اُثاثہ کی ماں بھی تھیں جو میرے والد کی خالہ زاد بہن تھیں۔

(دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پورے خاندان کی کفالت حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی، مگر اس احسان کے باوجود مسطح بھی ان لوگوں میں شریک ہو گئے تھے

Marfat.com

جو حضرت عائشہؓ کے خلاف اس بہتان کو پھیلا رہے تھے۔)

" راستہ میں اُن کو ٹھوکر لگی اور بے ساختہ اُن کی زبان سے نکلا۔

" غارت ہو مسطح "

میں نے کہا — " اچھی ماں ہو جو بیٹے کو کوستی ہو، اور بیٹا بھی وہ جس نے جنگ بدر میں حصّہ لیا تھا۔" انھوں نے کہا — بیٹا! کیا تجھے اس کی باتوں کی کچھ خبر نہیں ؟" پھر انھوں نے سارا قصّہ سنایا کہ افترا پرداز لوگ میرے متعلق کیا کیا باتیں اُڑا رہے ہیں (منافقین کے سوا خود مُسلمانوں میں سے جو لوگ اس فتنے میں شامل ہو گئے تھے اُن میں مسطحؓ، حسان بن ثابتؓ مشہور شاعر اسلام، اور حمنہ بنت جحشؓ، حضرت زینبؓ کی بہن کا حصّہ سب سے نمایاں تھا۔) یہ داستان سُن کر میرا خون خشک ہو گیا، وہ حاجت بھی بھول گئی جس کے لئے آئی تھی، سیدھی گھر گئی اور رات بھر رو رو کر کاٹی "

اس کے بعد کی داستان بھی حضرت عائشہؓ کی زبان سے سنئے۔ فرماتی ہیں:

" اس بہتان کی افواہیں کم و بیش ایک مہینہ تک شہر میں اڑتی رہیں۔ نبیؐ سخت اذیت میں مبتلا رہے۔ میں روتی رہی۔ میرے والدین انتہائی پریشانی اور رنج و غم میں مبتلا رہے۔ آخر کار ایک روز حضورؐ تشریف لائے، اور میرے پاس بیٹھے۔ اس پوری مدت میں آپؐ میرے پاس کبھی نہ بیٹھے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اور اُمّ رومانؓ (حضرت عائشہؓ کی والدہ) نے محسوس کیا کہ آج کوئی فیصلہ کُن بات ہونے والی ہے۔ اس لئے وہ دونوں بھی پاس آکر بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا عائشہ! مجھے تمہارے متعلق یہ خبریں پہنچی ہیں، اگر تم بے گناہ ہو تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری برارت ظاہر فرمادے گا اور اگر واقعی تم کسی گناہ میں مبتلا ہوئی ہو تو اللہ سے توبہ کرو اور معافی مانگو۔ بندہ جب اپنے گناہ کا معترف ہو کر توبہ کرتا ہے تو اللہ معاف کر دیتا ہے۔" یہ بات سُن کر میرے آنسو خشک ہو گئے میں نے اپنے والد سے عرض کیا " آپ رسولؐ اللہ کی بات کا جواب دیں۔" انھوں نے فرمایا۔ " بیٹی! میری کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ کیا کہوں" میں نے اپنی والدہ سے کہا۔ " آپ ہی کچھ کہیں" انھوں نے بھی یہی کہا کہ " میں حیران ہوں، کیا کہوں" اس پر میں بولی۔ " آپ لوگوں کے کانوں میں ایک بات پڑ گئی ہے

٥٤٨٣٨

Marfat.com

اور دلوں میں بیٹھ چکی ہے۔ اب اگر میں کہوں کہ میں بے گناہ ہوں ـــــ اور اللہ گواہ ہے کہ میں بے گناہ ہوں ـــــ تو آپ لوگ نہ مانیں گے اور اگر خواہ مخواہ ایک ایسی بات کا اعتراف کروں جو میں نے نہیں کی۔ اور اللہ جانتا ہے کہ میں نے نہیں کی ـــ تو آپ لوگ مان لیں گے" میں نے اس وقت حضرت یعقوبؑ کا نام یاد کرنے کی کوشش کی مگر یاد نہ آیا۔ آخر میں نے کہا ـــــــ " اس حالت میں میرے لئے اس کے سوا اور کیا چارہ ہے کہ وہی بات کہوں جو حضرت یوسفؑ کے والد نے کہی تھی کہ فصبر جمیل (اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف جبکہ حضرت یعقوبؑ کے سامنے ان کے بیٹے بن یمین پر چوری کا الزام بیان کیا گیا تھا سورۂ یوسف رکوع ۱۰ میں اس کا ذکر آیا ہے) یہ کہہ کر میں لیٹ گئی اور دوسری طرف کروٹ لے لی۔ میں اس وقت اپنے دل میں کہہ رہی تھی کہ اللہ میری بے گناہی سے واقف ہے اور وہ ضرور حقیقت کھول دے گا۔ اگرچہ یہ بات تو میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھی کہ میرے حق میں وحی نازل ہوگی جو قیامت تک پڑھی جائے گی۔ میں اپنی ہستی کو اس سے کم تر سمجھتی تھی کہ اللہ خود میری طرف سے بولے۔ مگر میرا یہ گمان تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی خواب دیکھیں گے جس میں اللہ تعالیٰ میری برارت ظاہر فرمادے گا۔ اتنے میں یکایک حضورؐ پر وہ کیفیت طاری ہوگئی جو وحی نازل ہوتے وقت ہوا کرتی تھی۔ حتیٰ کہ سخت جاڑے کے زمانے میں بھی موتی کی طرح آپ کے چہرے سے پسینے کے قطرے ٹپکنے لگتے تھے۔ ہم سب خاموش ہوگئے۔ میں، تو بالکل بے خوف تھی، مگر میرے والدین کا یہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں خون نہیں۔ وہ ڈر رہے تھے کہ دیکھئے اللہ کیا حقیقت کھولتا ہے۔ جب وہ کیفیت دور ہوئی تو حضورؐ بیحد خوش تھے، آپؐ نے ہنستے ہوئے پہلی بات جو فرمائی وہ یہ تھی کہ مبارک ہو عائشہؓ اللہ نے تمہاری برارت نازل فرمادی اور اس کے بعد حضورؐ نے دس آیتیں سنائیں (یعنی آیت نمبر ۱۱ سے نمبر ۲۱ تک) میری والدہؓ نے کہا "اٹھو اور رسول اللہ کا شکریہ ادا کرو" میں نے کہا ـــ "میں نہ ان کا شکریہ ادا کروں گی نہ آپ دونوں کا۔ بلکہ اللہ کا شکر کرتی ہوں جس نے میری برارت نازل فرمائی۔ آپ لوگوں نے تو اس بہتان کا انکار تک نہ کیا۔"

Marfat.com

اِنَّ الَّذِيۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡكِ عُصۡبَةٌ مِّنۡكُمۡ ؕ	جو لوگ یہ بہتان گھڑ لائے ہیں وہ تمہارے ہی اندر کا ایک ٹولا ہیں ۔
لَا تَحۡسَبُوۡهُ شَرًّا لَّـكُمۡ ؕ	اس واقعہ کو اپنے حق میں شر نہ سمجھو
بَلۡ هُوَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ ؕ	بلکہ یہ بھی تمہارے لئے خیر ہی ہے
لِكُلِّ امۡرِىءٍ مِّنۡهُمۡ مَّا اكۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ ۚ	جس نے اس میں جتنا حصہ لیا اُس نے اتنا ہی گناہ سمیٹا
وَالَّذِىۡ تَوَلّٰى كِبۡرَهٗ مِنۡهُمۡ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۱﴾	اور جس شخص نے اس کی ذمہ داری کا بڑا حصہ اپنے سر لیا اس کے لئے تو عذاب عظیم ہے
لَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ	جس وقت تم لوگوں نے اُسے سُنا تھا
ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بِاَنۡفُسِهِمۡ خَيۡرًا ۙ	اُسی وقت کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے آپ سے نیک گمان کیا
وَّقَالُوۡا هٰذَاۤ اِفۡكٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۲﴾	اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریح بہتان ہے
لَوۡلَا جَآءُوۡ عَلَيۡهِ بِاَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ	وہ لوگ (اپنے الزام کے ثبوت میں) چار گواہ کیوں نہ لائے ؟
فَاِذۡ لَمۡ يَاۡتُوۡا بِالشُّهَدَآءِ	اب کہ وہ گواہ نہیں لائے ہیں
فَاُولٰٓـئِكَ عِنۡدَ اللّٰهِ هُمُ الۡكٰذِبُوۡنَ ﴿۱۳﴾	اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں
وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ	اگر تم لوگوں پر اللہ کا فضل اور اُس کا رحم و کرم نہ ہوتا
فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ	دُنیا اور آخرت میں

افک کا واقعہ جس طرح پیش آیا اور تقریباً مہینہ بھر تک جس طرح یہ باتیں پھیلتی رہیں اس سے ایک اور بڑا فائدہ بھی ہوا، اور وہ یہ کہ تمام مسلمانوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی کہ نبیؐ بذات خود غیب کا کوئی علم نہیں رکھتے ہیں جو کچھ اللہ بتا دیتا ہے بس وہی آپ کو معلوم ہو جاتا ہے۔ اب اس واقعہ کو دیکھ لیجئے، آپؐ حضرت عائشہؓ کے معاملہ میں سخت پریشان رہے۔ کبھی خادمہ سے پوچھتے تھے، کبھی ازواجِ مطہراتؓ سے، کبھی حضرت علیؓ سے اور کبھی حضرت

Marfat.com

اسامہؓ سے۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ سے ایک بار یہ تک فرمایا کہ اگر تم نے یہ گناہ کیا ہے تو توبہ کرو اور نہیں کیا تو امید ہے کہ اللہ تمہاری بے گناہی ثابت کر دے گا۔ اگر آپؐ عالم الغیب ہوتے تو یہ پریشانی اور یہ پوچھ گچھ اور یہ توبہ کی تلقین کیوں ہوتی۔ البتہ جب اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو حقیقت بتادی تو آپ کو وہ علم حاصل ہو گیا جو مہینہ بھر تک حاصل نہ تھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے براہ راست تجربے اور مشاہدے کے ذریعہ سے مسلمانوں کو اس غلو اور مبالغہ سے بچانے کے لئے انتظام فرما دیا جس میں عقیدت کا اندھا جوش بالعموم اپنے پیشواؤں کے معاملہ میں لوگوں کو مبتلا کر دیتا ہے۔ بعید نہیں کہ مہینہ بھر تک وحی نہ بھیجنے میں اللہ تعالیٰ کے پیش نظر یہ بھی ایک مصلحت رہی ہو۔ اوّل روز ہی وحی آجاتی تو یہ فائدہ حاصل نہ ہو سکتا۔

افک کے معنی ہیں بات کو اُلٹ دینا، حقیقت کے خلاف کچھ سے کچھ بنا دینا اس طرح گویا اللہ تعالیٰ نے اسے افک فرما کر اُس کی مکمل تردید فرما دی ـــــ واقعہ انتہائی سنگین بھی تھا اور اُس کے بڑے خطرناک نتائج بھی نکل سکتے تھے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ منافقوں نے اپنے نزدیک ایک بہت زبردست وار کیا تھا۔ مگر اللہ نے اُسے اُن ہی پر پلیٹ دیا۔ اسی کے لئے فرمایا گیا ہے کہ تم اس واقعہ کو اپنے حق میں شر نہ سمجھو بلکہ یہ بھی تمہارے لئے مفید ثابت ہو گا۔ منافقوں کی خواہش اور کوشش یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کو اخلاقی اعتبار سے گندہ کریں اور دکھلا دیں کہ یہ لوگ اس اخلاقی برتری کے مستحق نہیں ہیں جو انھیں دی جا رہی ہے۔ لیکن اس اہم موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، حضرت ابوبکرؓ نے اور ان کے خاندان والوں نے اور عام طور پر اہل ایمان نے جس تحمل اور برداشت کا مظاہرہ کیا اور جو شریفانہ طرز عمل اختیار کیا اس سے ان کا اخلاقی مقام اور زیادہ بلند ہو گیا۔ ظاہر تھا کہ جن لوگوں نے نبیؐ کی عزت پر حملہ کیا تھا ان کے سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معمولی سا اشارہ انھیں فنا کے گھاٹ اتار دینے کے لئے کافی تھا۔ مگر مہینہ بھر آپؐ صبر سے سب کچھ برداشت کرتے رہے۔

اور جب اللہ کا حکم آگیا تو صرف ان تین مسلمانوں کو جن پر قذف (بہتان لگانا) کا جرم ثابت تھا انھیں سزا لگوادی اور منافقین کو پھر بھی کچھ نہ کہا۔ حضرت ابوبکرؓ کے ایک رشتہ دار نے بھی اس مہم میں حصہ لیا تھا لیکن آپ نے اُس کے ساتھ اپنے تعلقات منقطع نہیں کئے۔ ازواجِ مطہرات

Marfat.com

میں سے بھی کسی نے سوکن کی بدنامی میں ذرہ برابر حصہ نہیں لیا۔ بلکہ جب کبھی موقع ہوا اُن کے حق میں کلمۂ خیر ہی کہا۔ ایسا ہی طرزِ عمل عام مسلمانوں نے بھی اختیار کیا اور کسی نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی جو اخلاقی اعتبار سے گری ہوئی ہوتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دشمنوں نے اُن کے جس اخلاقی مقام کو گرانے کی کوشش کی تھی وہ اس واقعہ کے بعد کچھ اور بلند ہی ہو گیا۔ یہی وہ بات ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ یہ واقعہ تمہارے حق میں کچھ بہتر ہی ہوا۔

لَمَسَّكُمْ فِيْ مَا اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾	تو جن باتوں میں تم پڑ گئے تھے ان کی پاداش میں تمہیں آلیتا ایک بڑا عذاب
اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ	(ذرا غور تو کرو اس وقت تم کیسی سخت غلطی کر رہے تھے) جبکہ تمہاری ایک زبان سے دوسری زبان اس جھوٹ کو لیتی چلی جا رہی تھی
وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ	اور تم اپنی زبان سے وہ کچھ کہے جا رہے تھے
مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ	جس کے متعلق تمہیں کوئی علم نہ تھا
وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ	تم اسے ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے
وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾	حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی بات تھی
وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ	کیوں نہ اُسے سنتے ہی تم نے کہہ دیا
مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ	کہ ہمیں ایسی بات زبان سے نکالنا زیب نہیں دیتا۔
سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾	سبحان اللہ یہ تو بہت بڑا بہتان ہے
يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا	اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ ایسی
لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا	حرکت نہ کرنا
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾	اگر تم مومن ہو
وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ	اللہ تمہیں صاف صاف ہدایات دیتا ہے
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۸﴾	اور وہ علیم و حکیم ہے

اب اس واقعہ کو سامنے رکھ کر کچھ ہدایات دی جا رہی ہیں اور متاثر افراد کو نصیحت کی

Marfat.com

جارہی ہے۔

افک کا یہ واقعہ بے حد سنگین تھا۔ منافقوں نے دراصل مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنے کے لئے ہتھکنڈے کے طور پر یہ بہتان گھڑا تھا۔ اس قسم کے واقعات میں ایک مشترک بات یہ ہوتی ہے کہ کسی کے خلاف فتنہ اٹھانے والے لوگ اتنے زور شور کے ساتھ اس کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اچھے اچھے لوگ اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مدینہ میں بھی صورت حال کچھ ایسی ہی رہی کہ عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی منافقین نے حضرت عائشہؓ کے خلاف اتنا پروپیگنڈہ اور قیاس آرائیاں کیں کہ اُس کے اثرات خود مسلم معاشرہ میں بھی پڑنے لگے اور بعض مومن مردوں اور عورتوں کو بھی حضرت عائشہؓ کی طرف سے کچھ بے اطمینانی محسوس ہونے لگی اللہ تعالیٰ نے یہاں اسی بات پر گرفت فرمائی ہے اور تنبیہ کی ہے کہ ایک مومن اور مسلم معاشرے کے افراد کے لئے یہ بات ہرگز زیبا نہیں ہے کہ وہ جلد بازی کے ساتھ اپنے اندر کے کسی فرد کے کردار کی طرف سے بدگمان ہو جائیں، اسی اصولی بات کے پیش نظر اُن مسلمانوں سے جو اُن افواہوں سے کسی درجہ متاثر ہو گئے تھے فرمایا جارہا ہے کہ جب تم یہ دیکھ رہے تھے کہ اس فتنہ کا داعی اور محرک خصوصًا منافقوں کا سردار ہے تمہارے لئے یہ بدگمانی ہرگز مناسب نہ تھی۔ تمہیں تو یہ بات سنتے ہی کہنا چاہیئے تھا کہ خدا کی پناہ! یہ بات ہم اپنی زبان پر نہیں لاسکتے، یہ تو سراسر بہتان ہے۔ لیکن ہوا یہ کہ تم نے اس طرف توجہ نہیں دی، تم نے خود یہ بہتان سنا بھی اور دوسروں سے بیان بھی کیا۔ حالانکہ تمہیں اس بات کے بارے میں ہرگز یہ علم نہ تھا کہ یہ سچ ہے یا غلط۔ تمہارے نزدیک ایسی بات کا سُن لینا یا دوسروں سے بیان کر دینا معمولی سی بات تھی، لیکن تمہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ "معمولی سی بات" تمہارے معاشرہ کے لئے کیسے کیسے خطرناک حالات پیدا کر دیتی۔ دراصل اللہ کے نزدیک یہ نہایت اہم اور نازک بات تھی اس لئے اس لئے اس نے فضل اور رحم فرمایا کہ تمہیں اس فتنہ سے بچا لیا۔ ورنہ جن باتوں میں تم پڑ گئے تھے اُس کی بڑی ہی بھیانک پاداشت تمہیں ملتی۔ یہ ایک زبردست غلطی تم سے اس موقعہ پر ہوئی ہے اور خدا نے اپنے فضل سے تمہیں معاف فرمایا ہے، آئندہ یہ غلطی دہرائی نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی آیات کو کھول کھول کر بیان فرماتا ہے اور وہ علم و حکمت

Marfat.com

والا ہے کسی بھی چیز کی حقیقت کا علم اُسی کو ہے۔

یہ واقعہ اور اس قسم کے دوسرے واقعے دراصل ہر انسانی معاشرہ کا لازمہ ہیں، جہاں کہیں کچھ انسان یکجا ہو کر شب و روز گذارتے ہیں وہاں ایسے بدکردار اور فتنہ پرور لوگ موجود ہوتے ہیں جو دوسروں پر کیچڑ اچھالتے ہیں اور انھیں داغدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مدینہ کے منافقین نے بھی مسلمانوں کے خلاف حسد اور بغض سے مغلوب ہو کر یہ حملہ کیا تھا تاکہ لوگوں کی نگاہ میں مسلمانوں کو اخلاقی اعتبار سے گندا ثابت کر دیں اور اس کی خاطر اُن لوگوں نے وار بھی بہت زبردست کیا تھا۔ اس قسم کے واقعات کے نتیجہ میں مختلف معاشروں میں مختلف اثرات رونما ہوتے ہیں۔ اور طرح طرح کا ردِ عمل سامنے آتا ہے، لیکن ایک مومن اور مسلم معاشرے کے لئے قرآن جو اصول پیش کرتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک مومن کو دوسرے مومن بھائی کیساتھ حسن ظن کا معاملہ کرنا چاہیے۔ اس کے نزدیک کسی مومن کا کردار محض کسی کے یا بہت سے لوگوں کے کہہ دینے سے قابلِ اعتراض نہیں ہونا چاہیے جب تک کہ اُس کے خلاف بالکل واضح دلائل نہ ہاتھ آجائیں قرآن کے نزدیک یہ انتہائی گھناؤنی بات ہے کہ وہ لوگ جو صاحب ایمان ہوں اپنے کسی بھائی کے متعلق ایسی گندی بات کو اپنی مجلسوں اپنی گفتگوؤں اور اپنے خیالات کا مرکز بنالیں جس کی کوئی یقینی بنیاد اُن کے پاس نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے خاص طور سے اس سے پہلے آیت ۱۲ میں یہ جو فرمایا ہے کہ "جس وقت تم لوگوں نے سنا تھا اسی وقت کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے...... اپنے گروہ کے لوگوں سے نیک گمان کیا" اس سے یہ فائدہ نکلتا ہے کہ مسلم معاشرے میں تمام معاملات کی بنیاد حسن ظن پر ہونی چاہیے۔ اور کسی کے بارے میں سوء ظن کی گنجائش صرف اس وقت ہے جب اس کے خلاف واضح ثبوت فراہم ہو جائے، یا اس کا اقرار سامنے آجائے۔ اس اصول سے ہٹ کر کسی واقعہ کے خلاف جو ردِ عمل اختیار کیا جائے گا وہ نہایت نامناسب اور تباہ کن ہوگا۔ قرآن کا بتایا ہوا یہ اصول ایک مومن و مسلم معاشرے کے لئے تمام اخلاقی فتنوں سے محفوظ رہنے کا بہترین طریقہ بھی ہے اور کامیاب علاج بھی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ	جو لوگ چاہتے ہیں
اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ	کہ فحش پھیلے

Marfat.com

فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا — ایمان لانے والوں کے گروہ میں
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ — وہ دردناک سزا کے مستحق ہیں
فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ — دنیا اور آخرت میں
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ — اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔
وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ — اگر اللہ کا فضل اور اس کا رحم و کرم تم پر نہ ہوتا (تو جو چیز ابھی تمہارے اندر پھیلائی گئی تھی بدترین نتائج دکھاتی)
وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ — حق یہ ہے کہ اللہ بڑا شفیق و رحیم ہے

جس موقعہ پر یہ آیات نازل ہوئی ہیں اُس کے لحاظ سے تو آیت کا مفہوم براہِ راست یہی سمجھ میں آتا ہے کہ جن لوگوں نے مسلم معاشرہ میں اس طرح کی گندی باتیں پھیلائیں جن کا ذکر واقعہ افک کے ذیل میں پہلے گزر چکا ہے وہ سب سزا کے مستحق ہیں لیکن آیت میں الفاظ "فحش پھیلانا" کے آئے ہیں اور اس میں گندی باتوں کے پھیلانے کی تمام صورتیں شامل ہیں مثلاً بدکاری کے اڈے قائم کرنا، بداخلاقی کی تعلیم دینے والے اور بدکاری اور بداخلاقی کے جذبات ابھارنے والے تمام کام جن میں اس طرح کے قصّے اور افسانے بھی شامل ہیں۔ اشعار اور گانے بھی شامل ہیں اور وہ تمام تصاویر، کھیل تماشے، سینما اور ٹیلی ویژن کے شو سب اس ذیل میں آتے ہیں جو بداخلاقی کے جذبات ابھارتے ہیں۔ اسی زمرے میں وہ کلب، ہوٹل اور دوسرے ادارے بھی شامل ہیں جن میں ڈانس اور مخلوط تفریحات کا نظم کیا جاتا ہے۔ قرآن صاف صاف کہہ رہا ہے کہ ایسے تمام لوگ مجرم ہیں اور اُن کو آخرت ہی میں نہیں بلکہ دُنیا میں بھی سخت سزا ملنی چاہیئے۔ اس تعلیم کی رو سے ہر اسلامی حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ فحش پھیلانے والے ایسے تمام ذرائع کا سدِباب کرے اور اُس کے قانونِ تعزیرات میں ایسے تمام افعال قابلِ سزا اور قابلِ دست اندازیٔ پولیس ہونا چاہئیں۔ قرآن کی نظر میں یہ سب کام پبلک کے خلاف جرائم ہیں اور ان کا ارتکاب کرنے والے سزا کے مستحق ہیں۔

گندی باتیں جب پھیلتی ہیں تو دیکھنے میں تو وہ معمولی سی ہوتی ہیں لیکن معاشرہ میں

Marfat.com

ان کے اثرات بہت دور دور تک پڑتے ہیں، کتنے ہی ذہن پراگندہ ہوتے ہیں اور کتنے ہی جذبات میں ہیجان پیدا ہو کر ایک مجرمانہ فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ عام طور پر لوگ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اور جب وہ کسی چیز سے منع فرماتا ہے تو در اصل ان تمام فساد اور فتنوں کو روکنے کے لئے منع فرماتا ہے جن کے اندیشے اس کام میں ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کئے ہوئے احکام اور پابندیاں حقیقت میں اس کے فضل و کرم ہی کی ایک صورت ہیں۔ وہ بڑا شفیق اور رحیم ہے اور اپنے بندوں کی مصلحتوں اور ضرورتوں سے پوری طرح باخبر ہے۔ اس کے احکام اور اس کی عائد کی ہوئی پابندیاں ہمارے حق میں حقیقت کے اعتبار سے رحمت ہی رحمت ہیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اے لوگو جو ایمان لائے ہو
لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ	شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو
وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ	اور جو کوئی اس کی پیروی کرے گا
فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ	تو وہ اُسے فحش اور بدی ہی کا حکم دے گا
وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ	اگر اللہ کا فضل اور اس کا رحم و کرم تم پر نہ ہوتا
مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ	تو تم میں سے کوئی شخص کبھی پاک نہ ہو سکتا
وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ	مگر اللہ ہی جسے چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے۔
وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾	اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے

شیطان انسان کا ابدی دشمن ہے۔ اس نے قسم کھائی ہے کہ وہ اسے خدا کی مرضی کی راہ سے ہٹانے کے لئے اپنا پورا زور لگا دے گا۔ وہ تو اچھا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو انسان پر ایسی کوئی قدرت عطا نہیں فرمائی ہے کہ وہ اس سے زبردستی کوئی بُرا کام کرا لے وہ صرف پھسلاتا ہے، وسوسے ڈالتا ہے اور بُرے کاموں کی ترغیب دیتا ہے اور انھیں خوش نما بنا کر انسان کے سامنے پیش کرتا ہے۔ خاص طور پر بھلے اور نیک لوگ اس کا نشانہ ہوتے ہیں۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے بھی انسان کو اندھیرے میں نہیں رکھا ہے۔ اپنے نبیوں کے ذریعہ اس نے انسان کو اس کے ابدی دشمن سے پوری طرح باخبر کر دیا ہے اور نیک و بد کی

Marfat.com

تمیز کے لئے خود انسان کے اندر بھی شعور پیدا فرما دیا ہے۔ نیز اپنی ہدایات بھیج کر اچھائی اور برائی کو پوری طرح واضح کر دیا ہے۔ یہ اللہ کا سب سے بڑا فضل اور کرم ہے۔ اگر وہ انسان کو نیک و بد کی تمیز نہ سمجھاتے اور اس کو اصلاح کی تعلیم اور توفیق سے نہ نوازے تو کوئی انسان بھی اپنے بل بوتے پر برائیوں سے پاک نہیں رہ سکتا۔ اللہ اپنا یہ فضل جس پر چاہتا ہے کرتا ہے۔ لیکن اس کا یہ فیصلہ کہ وہ کسے پاکیزگی بخشے اور شیطان کے پھندوں سے بچالے اور کسے غلط راہوں پر بھٹکنے کے لئے چھوڑ دے اور شیطان کا شکار ہو جانے دے، یونہی اندھا دھند نہیں ہوتا بلکہ علم کی بنا پر ہوتا ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ کس میں بھلائی کی طلب موجود ہے اور کون برائی کی رغبت رکھتا ہے۔ ہر شخص اپنی تنہائیوں میں جو باتیں کرتا ہے انھیں اللہ سن رہا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ہر شخص اپنے دل میں بھی جو کچھ سوچا کرتا ہے اللہ اس سے بھی بے خبر نہیں رہتا۔ اسی اپنے ذاتی علم کی بنا پر اللہ فیصلہ کرتا ہے کہ کسے پاکیزگی بخشے اور کسے نہ بخشے، ایسی حالت میں اگر کوئی شخص گندگیوں میں لت پت ہو جائے اور شیطان اسے غلط راستوں میں بھٹکاتا پھرے تو اس کی ذمہ داری خود اس شخص پر ہو گی۔ شیطان کے پھندوں سے وہی شخص بچ سکتا ہے جس کے اندر خود بھلائی کی طلب موجود ہو اور وہ اپنے ارادہ اور اختیار سے نیکی کی راہ اختیار کرنے پر آمادہ ہو۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ	تم میں سے جو لوگ صاحب فضل اور صاحب مقدرت ہیں وہ قسم نہ کھا بیٹھیں
أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ	اس بات کی کہ وہ اپنے رشتہ دار، مسکین اور
وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ	مہاجر فی سبیل اللہ لوگوں کی مدد نہ کریں گے
وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ	انھیں معاف کر دینا چاہیے اور درگذر کرنا چاہیے
أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ	کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کرے۔
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٢﴾	اور اللہ کی صفت یہ ہے کہ وہ غفور اور رحیم ہے

اس آیت میں جو ہدایت فرمائی گئی ہے اس کا تعلق ایک واقعہ سے ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں میری بے گناہی کے

Marfat.com

بارے میں آیات نازل فرمائیں تو ان کے والد بزرگوار حضرت ابوبکرؓ نے قسم کھائی کہ وہ آئندہ کے لئے مسطح بن اُثاثہؓ کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیں گے کیونکہ انھوں نے نہ رشتہ داری کا کوئی لحاظ کیا اور نہ ان احسانات ہی کی کچھ شرم کی جو وہ ساری عمر ان پر اور ان کے خاندان پر کرتے رہے تھے اور وہ میرے بارے میں نامناسب باتیں ادھر ادھر کرتے رہے تھے۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ مومنوں کو اس طرح کی قسمیں نہ کھانا چاہئیں بلکہ انھیں معافی اور درگذر سے کام لینا چاہیئے۔ اس آیت کو سننے کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے فوراً ہی فرمایا " واللہ ہم ضرور چاہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو ہماری خطائیں معاف فرمائے۔

چنانچہ آپؓ نے پھر مسطحؓ کی مدد شروع کردی، اور پہلے سے کچھ زیادہ ہی احسان فرمانے لگے۔ بعض دوسرے صحابہؓ نے بھی اس واقعہ سے متاثر ہوکر کچھ اسی طرح کی قسمیں کھالی تھیں اور ان لوگوں کی مدد سے ہاتھ روک لیا تھا جنھوں نے حضرت عائشہؓ پر لگائے ہوئے بہتان کے معاملہ میں محتاط رویہ اختیار نہیں کیا تھا۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ان سب نے اپنا فیصلہ بدل دیا اور اس طرح اسلامی معاشرہ میں جو تلخی پیدا ہو گئی تھی وہ دور ہو گئی۔

غریب رشتہ داروں کی مدد ہو یا مساکین اور مہاجرین فی سبیل اللہ کی اعانت، یہ سب کام اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بہت اہمیت رکھتے ہیں اور انھیں جاری رہنا چاہیئے۔ اس آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر کچھ لوگوں سے کچھ کوتاہیاں سرزد ہو جائیں تو کھاتے پیتے لوگوں کو اس خیر سے ہاتھ نہیں کھینچ لینا چاہیئے بلکہ معافی اور درگذر کا معاملہ کرنا چاہیئے اور انھیں یہ سوچنا چاہیئے کہ کوتاہیاں اور غلطیاں کس سے نہیں ہوتیں۔ کیا خود یہ لوگ اس سے مبرا ہیں۔ ہر بندہ اس کا محتاج ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ عفو و درگذر کا معاملہ فرمائے اور اس کی غلطیوں کو معاف فرمادے، جب صورت حال یہ ہے تو پھر وہ دوسروں کے ساتھ عفو و درگذر کا معاملہ کیوں نہ کرے۔ دوسری کی غلط روش کی وجہ سے خود خیر کے کاموں سے ہاتھ کیوں روک لے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ جو لوگ تہمتیں لگاتے ہیں پاکدامن،

Marfat.com

الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ — بے خبر مومن عورتوں پر

لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ — اُن پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ — اور اُن کے لئے بڑا عذاب ہے

يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ — (وہ اس دن کو بھول نہ جائیں) جبکہ ان کی اپنی زبانیں

وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ — اور ان کے اپنے ہاتھ پاؤں ان کے کرتوتوں کی گواہی دیں گے۔

يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ — اس دن اللہ وہ بدلہ انھیں بھرپور دے گا جس کے وہ مستحق ہیں۔

وَيَعْلَمُوْنَ — اور انھیں معلوم ہو جائے گا

اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ — کہ اللہ ہی حق ہے سچ کو سچ کر دکھانے والا۔

اسلامی سماج میں بے گناہ اور پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا بہت بڑا جرم ہے تہمتیں لگانے سے صرف اتنا ہی نہیں ہوتا کہ ایک بے قصور اور پاکدامن عورت کی عزت پر دھبہ آتا ہے بلکہ ایسی باتوں کے پھیلنے سے سوسائٹی میں گندے رجحانات اور غلط افکار پرورش پاتے ہیں اور نوجوان مردوں اور عورتوں میں بدکاری کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے اور خواہ مخواہ لوگ بعض عورتوں سے غلط امیدیں وابستہ کر لیتے ہیں۔ قرآن پاک میں "غافلات" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے مراد وہ سیدھی سادی شریف عورتیں ہیں جن کے دل پاک ہیں اور جو چھل بٹے کی بات نہ جانتی ہیں نہ کرتی ہیں، انھیں تو یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ بدچلنی کیا ہوتی ہے اور کیسے کی جاتی ہے۔ ایسی خواتین پر تہمت لگانا بہت بڑا ظلم ہے اور اسلامی قانون نے اسے ایک قابل سزا اور قابل دست اندازی پولیس جرم قرار دیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا ان سات کبیرہ گناہوں میں سے ہے جو انسان کے لئے تباہ کن ہیں"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "کسی پاکدامن عورت پر تہمت لگانا سو برس کے اعمال کو غارت کر دینے کے لئے کافی ہے"۔ ایسے لوگوں کو یہاں یہ بتایا گیا ہے

Marfat.com

کہ قیامت کے دن انھیں اس حرکت پر سخت عذاب دیا جائے گا۔اس دن خود ان کے اپنے ہاتھ پاؤں ان کے کرتوتوں کی گواہی دیں گے اور انھیں اپنی حرکتوں کا بھرپور بدلہ مل کر رہے گا۔

ہوسکتا ہے کہ آج کوئی شخص کسی کے بارے میں بے بنیاد گندی باتیں کہتے ہوئے اپنے اس فعل کو ایک معمولی بات سمجھے اور یہ محسوس نہ کرے کہ یہ کتنا بڑا جرم ہے لیکن ایک وقت آئے گا جب اسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے جو تنبیہ فرمائی تھی وہ بالکل حق تھی۔اللہ تعالیٰ کی ہر بات سچ ہے اور وہ اُسے سچ کر دکھانے والا ہے۔

اَلْخَبِيْثٰتُ	خبیث عورتیں
لِلْخَبِيْثِيْنَ	خبیث مردوں کے لئے ہیں
وَالْخَبِيْثُوْنَ	اور خبیث مرد
لِلْخَبِيْثٰتِ	خبیث عورتوں کے لئے
وَالطَّيِّبٰتُ	پاکیزہ عورتیں
لِلطَّيِّبِيْنَ	پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں
وَالطَّيِّبُوْنَ	اور پاکیزہ مرد
لِلطَّيِّبٰتِ	پاکیزہ عورتوں کے لئے
اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ	ان کا دامن پاک ہے
مِمَّا يَقُوْلُوْنَ	ان باتوں سے جو بنانے والے بناتے ہیں
لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (۲۶)	ان کے لئے مغفرت ہے اور رزق کریم۔

اس آیت میں ایک اصولی بات بتادی گئی ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ گندے اور بدطینت لوگوں کا جوڑا اپنے ہی جیسے لوگوں سے لگتا ہے اور پاکیزہ لوگوں کی طبیعت پاکیزہ لوگوں ہی سے میل کھاتی ہے۔ ایک بدکار آدمی صرف ایک ہی برائی نہیں کیا کرتا کہ وہ اور تو ہر حیثیت سے ٹھیک ہو مگر اچانک بس ایک برائی (بدکاری) میں مبتلا ہو جائے۔ ایسے آدمی کے اطوار، عادات وخصائل، ہر چیز میں بہت سی برائیاں ہوتی ہیں۔ یہ برائیاں اس بڑی برائی کو

Marfat.com

سہارا دیتی ہیں اور اسس کی پرورش کرتی ہیں۔ اس کے خیالات گندے ہوتے ہیں اس کی صحبت خراب ہوتی ہے، اُس کے اندر بہت سی چھچھوری اور کمینہ عادتیں پرورش پا رہی ہوتی ہیں، ایسا نہیں ہوتا کہ ایک بھلا آدمی جو ہر حیثیت سے شریف اور معقول آدمی ہو یکایک کسی بڑی سی بُرائی میں مبتلا ہو جائے جب کہ اس کے چال چلن میں اور اس کے رنگ ڈھنگ میں اس سے پہلے کوئی ایسی بات نہ پائی جاتی ہو، خاص طور پر کسی خاتون کے متعلق یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ اگر اس کا ماحول، اس کے مشاغل، اس کی طبیعت اور اس کے سوچنے کا ڈھنگ شریفانہ ہے تو کوئی اسے اچانک کسی برائی میں مبتلا کر دینے میں کامیاب ہو جائے ــــــ

حضرت عائشہؓ سے متعلق جس واقعہ کا بیان پہلے کیا جا چکا ہے، اُسی کے سلسلہ میں یہ بات کہی جا رہی ہے کہ تمہاری سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تم جانتے ہو، وہ ایک اعلیٰ درجہ کے پاکیزہ انسان ہیں۔ تم ان کی پوری زندگی سے واقف ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ کسی ایسی عورت کے ساتھ نباہ کر رہے ہوں جس سے خدانخواستہ برے اخلاق کا صدور ممکن ہو۔ پھر کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ کوئی عورت ایسی بھی ہو سکتی ہے جو بدکار بھی ہو لیکن اُس کی رفتار، گفتار، انداز، اطوار کسی چیز سے اس کے بُرے لچھن ظاہر نہ ہوتے ہوں اور ایک پاکیزہ شخص جس کا اخلاق بلند ہو وہ کسی ایسی گئی گذری عورت کے ساتھ زندگی گذار سکے۔

یہاں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مسلمان معاشرہ میں کوئی ایسی لچر اور کمزور بات کسی کے متعلق زبان سے نکالنے سے پہلے یہ تو دیکھ لیا کرو کہ اس کی بقیہ زندگی کس ڈھب کی ہے اور اُس کا اُٹھنا بیٹھنا اور رہنا سہنا کیسے لوگوں کے ساتھ ہے۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ کسی کے بارے میں کوئی الزام سنا اور سنتے ہی مان لیا ــ ایسی باتوں کے سلسلہ میں یہ دیکھنا چاہیئے کہ جو الزام لگایا جا رہا ہے وہ اُس شخص پر چسپاں بھی ہوتا ہے یا نہیں۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا — اے لوگو جو ایمان لائے ہو

لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ — اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو

Marfat.com

حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا	جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو۔
وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا	اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو۔
ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ	یہ طریقہ تمہارے لئے بہتر ہے
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾	توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔

سورہ کے شروع میں آپ وہ احکامات پڑھ چکے ہیں جو اسلامی معاشرہ سے برائیوں کو دور کرنے کے لئے دیئے گئے ہیں۔ اب یہاں کچھ ایسے احکام آپ کے سامنے آئیں گے جس کا مقصد یہ ہے کہ معاشرہ میں سرے سے برائیوں کی پیدائش ہی کو روک دیا جائے اور رہن سہن کے طریقوں کی اصلاح کر کے ان اسباب ہی کو ختم کر دیا جائے جن سے معاشرتی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

معاشرتی خرابیوں کا بہت بڑا سرچشمہ مردوں اور عورتوں کے خیالات کی وہ پراگندگی ہے جس کے نتیجہ میں ذہنوں میں جنسی جذبات بیدار ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس ماحول کو پیدا کرنے میں اجنبی مردوں اور عورتوں کا میل جول بہت بڑا فتنہ ہے۔ اس کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ لوگ دوسروں کے گھروں میں بے تکلف آئیں جائیں۔ چنانچہ اس آیت میں اسی روش پر پابندی لگائی گئی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ لوگوں کا ایک دوسرے کے گھروں میں بے تکلف آنا جانا بند کر دیا جائے۔ اجنبی عورتوں اور مردوں کو ایک دوسرے کے دیکھنے اور ان کے آزادانہ میل جول پر روک لگائی جائے اور عورتوں کو ایک قریبی حلقہ کے سوا غیر محرم رشتہ داروں اور اجنبیوں کے سامنے زینت کے ساتھ آنے سے منع کر دیا جائے۔ بدکاری کے پنپنے کا قطعی انسداد کیا جائے اور مردوں اور عورتوں کو زیادہ دیر تک مجرد نہ رہنے دیا جائے، یہ سب ایسے اسباب ہیں جن سے اجتماعی ماحول میں ایک غیر محسوس شہوانیت ہر وقت جاری وساری رہتی ہے اور اس کی بدولت اس بات کا ہر وقت امکان رہتا ہے کہ ایسے مرد اور ایسی عورتیں کسی نہ کسی فتنہ کا شکار ہو جائیں۔ جب ذہنوں میں واقعی یا خیالی جنسی تعلقات کے تصورات بندھتے ہیں تو پھر ایسے افراد ہر وقت کسی فتنہ کا شکار ہو جانے کے لئے تیار رہتے ہیں یہ وہ بنیادی خرابی ہے جس کی اصلاح کے لئے وہ بہترین احکامات دیئے جا رہے ہیں جس کی ابتداء

Marfat.com

اس آیت میں ہو رہی ہے اور جس کا سلسلہ ابھی آگے چلے گا۔

آگے بڑھنے سے پہلے شریعت اسلامی کا یہ مزاج اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ شریعت کسی برائی کو محض حرام قرار دینے یا اسے جرم قرار دے کر اس کی سزا مقرر کر دینے پر اکتفا نہیں کرتی بلکہ وہ پوری قوت کے ساتھ ان اسباب کا بھی خاتمہ کر دینے کی فکر کرتی ہے جو کسی شخص کو برائی میں مبتلا ہونے پر اکساتے ہیں یا اس کے لئے مواقع بہم پہنچاتے ہوں۔ شریعت جرم کے ساتھ اسباب جرم، محرکات جرم اور وسائل و ذرائع جرم سب پر پابندیاں لگاتی ہے تاکہ آدمی کو اصل جرم کی سرحد تک پہنچنے سے پہلے کافی فاصلے پر روک دیا جائے۔ شریعت کا کام صرف احتساب جرم نہیں ہے بلکہ وہ ایک ہمدرد اور مصلح اور مددگار کی حیثیت سے ہی تمام تعلیمی اخلاقی اور معاشرتی تدابیر استعمال کرتی ہے اور لوگوں کو برائیوں سے بچانا چاہتی ہے۔

اصلاح حال کے لئے یہاں سب سے پہلے دوسروں کے گھروں میں آزادانہ آنے جانے پر پابندی لگائی گئی ہے اور اس حکم میں ایک ایسا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ صاحب خانہ کو اپنے سے مانوس کر لیا جائے چنانچہ حکم کا مطلب یہ ہوا کہ کسی کے گھر میں جانے سے پہلے یہ اندازہ کر لینا بہت ضروری ہے کہ تمہارا آنا جانا صاحب خانہ کو ناگوار تو نہیں ہے۔

اس آیت کی رو سے شریعت نے یہ اصول تسلیم کر لیا ہے کہ ہر شخص کو اپنے رہنے کی جگہ میں تخلیہ کا حق حاصل ہے اور کسی دوسرے شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کے تخلیہ میں اس کی مرضی اور اجازت کے بغیر خلل انداز ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات و احکام کی روشنی میں اس حکم کی جو عملی شکل بنتی ہے اس میں چند احکام بہت بنیادی ہیں۔ مثلاً

۱۔ تخلیہ کا معاملہ صرف گھروں میں داخل ہونے تک محدود نہیں ہے بلکہ اسے ایک عام حق قرار دیا گیا ہے جس کی رو سے دوسروں کے گھروں میں جھانکنا، کسی کا خط اس کی اجازت کے بغیر پڑھنا، کسی کی باتیں چھپ چھپ کر سننا سب ممنوع ہے۔

۲۔ اجازت لینے کی پابندی خود اپنی ماں بہنوں کے پاس جانے کی صورت میں بھی ہے۔

Marfat.com

گھروں میں داخل ہونے سے پہلے کھنکار دینا بھی اسی کی ایک شکل ہے۔

۳۔ اجازت لینے کے حکم سے یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ خدانخواستہ کسی کے گھر میں اچانک آگ لگ جائے یا چور گھس آئے یا ایسی ہی کسی مدد کی ضرورت ہو تو بلا اجازت جا سکتے ہیں۔

۴۔ اگر گھروں میں داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کی جائے اور اجازت نہ ملے تو اس پر ہرگز بُرا نہ ماننا چاہیئے۔ اجازت لینے کا یہ حکم مردوں اور عورتوں سب ہی کے لئے ہے۔

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا	پھر اگر تم اس جگہ کسی کو نہ پاؤ
فَلَا تَدْخُلُوْهَا	تو وہاں داخل نہ ہو
حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ	جب تک کہ تم کو اجازت نہ دے دی۔
وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا	اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ
فَارْجِعُوْا	تو واپس ہو جاؤ
هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ	یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾	اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے
لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ	البتہ تمہارے لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے
اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا	کہ ایسے گھروں میں داخل ہو جاؤ
غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ	جو کسی کے رہنے کی جگہ نہ ہوں
فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۭ	اور جن میں تمہارے فائدے (یا کام) کی کوئی چیز ہو
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ	اور اللہ خوب جانتا ہے
مَا تُبْدُوْنَ	تم جو کچھ ظاہر کرتے ہو
وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾	اور تم جو کچھ چھپاتے ہو

اصلاح معاشرہ کے لئے احکامات دینے کا سلسلہ پچھلی آیتوں سے شروع ہوا تھا وہی جاری ہے، چنانچہ بنا اجازت کسی کے مکان میں داخل ہونے کے مقابلہ میں اسے پسند کیا گیا ہے کہ اگر اجازت نہ ملے تو بُرا مانے بغیر واپس آجانا چاہیئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ اگر دروازہ کھلا ہو تو عین دروازہ

Marfat.com

کے سامنے کھڑے ہوکر اجازت طلب کی جائے۔ ایسی صورت حال ہو تو ایک طرف آڑ میں کھڑے ہوکر اجازت مانگنے کا حکم ہے تاکہ نگاہ اندر نہ پڑے۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قاعدہ تھا کہ جب کسی کے یہاں تشریف لے جاتے تو دروازہ کے عین سامنے کھڑے نہ ہوتے۔۔۔ دائیں یا بائیں کھڑے ہوکر اجازت طلب فرماتے۔ ہاں اگر دروازہ پر پردہ پڑا ہو تو بات دوسری ہے۔ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کسی کے گھر میں جھانکنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اجازت لینے کی جو پابندی اسلامی شریعت نے لگائی ہے وہ صرف دوسروں کے گھروں کیلئے نہیں بلکہ اپنی ماں بہنوں کے پاس جانے کی صورت میں بھی اس کی ضرورت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ "کیا میں اپنی ماں کے پاس جاتے ہوئے بھی اجازت طلب کروں؟" آپ نے فرمایا "ہاں" اس لئے اسلامی معاشرہ میں مردوں کو یہ ہدایت ہے کہ وہ گھروں میں جاتے وقت کھنکار دیا کریں۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی خاتون لباس تبدیل کر رہی ہوں یا ایسی حالت میں ہوں کہ انھیں کسی دوسرے کا دیکھنا گوارا نہ ہو، اچانک گھر میں آکر کھڑے ہوجانا پسندیدہ نہیں ہے۔

مکان اگر خالی ہو تب بھی صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہونا چاہئیے سوائے اس صورت کے کہ صاحب خانہ نے اجازت دیدی ہو یا آپ سے اُس نے کہلا بھیجا ہو کہ آپ تشریف رکھئے میں ابھی آتا ہوں۔ اگر مکان کھلا ہو اور اندر سے کوئی آواز نہ آئے اور یہ اندازہ ہوجائے کہ مکان میں کوئی نہیں ہے، ایسی صورت میں بھی واپس آجانا چاہئیے۔

کچھ مکانات اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایسے ہوتے ہیں جہاں لوگوں کے لئے داخلہ کی عام اجازت ہوتی ہے مثلاً ہوٹل، سرائے، مہمان خانے، دکانیں، مسافر خانے وغیرہ وہاں داخلے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں البتہ جب ہوٹل کا کوئی کمرہ کوئی شخص کرائے پر لے لے تو اب اُس میں اجازت کے بغیر داخلہ صحیح نہیں۔

ان معاشرتی احکام میں ایک بہت خاص بات جو پیش نظر رکھنا چاہئیے یہ ہے کہ ہر حکم کے بعد کوئی نہ کوئی بات ایسی کہہ دی گئی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے علیم وخبیر ہونے کی صفت ذہن میں تازہ ہوجائے۔ یہ قرآن مجید کا ایک عام طریقہ ہے۔ تقریباً تمام ہی احکام کے ساتھ آپ اس قسم کے جملے دیکھیں گے جیسے کہ یہاں آئے کہ وَ اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ

Marfat.com

"جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے خوب جانتا ہے" یا وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا تَکۡتُمُوۡنَ "تم جو کچھ ظاہر کرتے یا چھپاتے ہو سب کی اللہ کو خبر ہے" اسی طرح نکاح وطلاق کے احکام ہوں یا تقسیم وراثت کے ضابطے، سب کے ساتھ آپ یہی اہتمام دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت علم کا ذکر ہو گا۔ اس کے سامنے حاضر ہو کر جوابدہی کی یاد دہانی ہو گی اور اس کی پکڑ سے بچنے اور اس کے احکام کی نافرمانی کرنے سے دور رہنے کی تلقین ہو گی۔ اس سے اسلامی قوانین وضوابط کی اس خصوصیت پر روشنی پڑتی ہے کہ یہ انسان کو مضبوط ضابطوں میں کسنے سے پہلے اس کے اندر اطاعت کا جذبہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ جب تک اندر کا انسان نہ بدلے باہر کے ضابطوں کی سختی سے اصلاح حال ممکن نہیں۔ کون سا قانون ایسا ہے جس سے بچ نکلنے اور جس کے توڑنے کے لئے مجرم ذہن راہیں پیدا نہیں کر لیتے۔ اسلامی احکامات کا مطالعہ کرتے وقت اس قسم کے اشاروں کو خاص طور پر نظر میں رکھنا چاہئیے۔ یہ اسلامی قوانین کی ایک نہایت اہم خصوصیت ہے۔

قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ	(اے نبی) مومن مردوں سے کہو کہ
یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ	اپنی نظریں بچا کر رکھیں
وَ یَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَهُمۡ ؕ	اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں
ذٰلِكَ اَزۡكٰى لَهُمۡ ؕ	یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے
اِنَّ اللّٰهَ خَبِيۡرٌۢ بِمَا يَصۡنَعُوۡنَ ۝	وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر رہتا ہے

یہاں سے آئندہ چند آیتوں تک پردے کے احکام کے سلسلے میں کچھ بنیادی ہدایات دی گئی ہیں۔ ان کو زیادہ توجہ سے پڑھنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں پہلی ہدایت نظر بچانے کے بارے میں دی گئی ہے۔ عام طور پر غض بصر کا ترجمہ نگاہ نیچی رکھنا یا کرنا کیا جاتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی ہر وقت نیچے ہی دیکھتا رہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ پوری طرح نگاہ بھر کر نہ دیکھے اور نہ نگاہوں کو دیکھنے کے لئے بالکل آزاد چھوڑ دے۔ چونکہ یہ حکم ایک خاص سلسلہ میں دیا جا رہا ہے اس لئے اس کا مطلب بھی خاص ہے۔ یعنی پابندی جس چیز پر عائد کی گئی ہے وہ ہے مردوں کا عورتوں کو دیکھنا یا دوسرے لوگوں کے ستر

Marfat.com

بد نگاہ ڈالنا یا فحش مناظر پر نگاہ جمانا ـــــــــ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی کسی چیز کو بھی نگاہ بھر کر نہ دیکھے۔ نگاہ کے سلسلے میں جو پابندی لگائی گئی ہے اُس کی تشریح قرآن اور سنت کی روشنی میں حسب ذیل ہے۔

۱۔ آدمی کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی یا محرم خواتین کے سوا کسی دوسری عورت کو نگاہ بھر کر دیکھے۔ اچانک نظر پڑ جائے تو معاف ہے لیکن یہ معاف نہیں ہے کہ آدمی پہلی نظر میں جہاں کوئی کشش محسوس کرے وہاں پھر نظر دوڑائے ـــ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی دیدہ بازی کو آنکھ کی بدکاری سے تعبیر فرمایا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ "آدمی اپنے تمام حواس سے زنا کرتا ہے۔ بری نظر سے دیکھنا آنکھوں کی زنا ہے۔ لگاوٹ کی بات چیت زبان کی زنا ہے۔ آواز سے لذت لینا کانوں کی زنا ہے۔ ہاتھ لگانا اور ناجائز مقصد کے لئے چلنا ہاتھ پاؤں کی زنا ہے۔ بدکاری کی یہ ساری تمہیدیں جب پوری ہو چکتی ہیں تب شرمگاہیں یا تو اس کی تکمیل کر دیتی ہیں یا تکمیل کرنے سے رہ جاتی ہیں"۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ اچانک نگاہ پڑ جائے تو فوراً نگاہ پھیر لو یا نیچی کر لو۔ حضورؐ نے نگاہ کو ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر فرمایا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد یہ بھی ہے کہ جب ایک انسان صرف اللہ کے خوف اور اُس کی ہدایت کی پابندی کے پیش نظر اپنی نگاہیں کسی حرام منظر سے پھیر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان میں لذت اور حلاوت عطا فرماتا ہے۔ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس طرح نگاہوں کی حفاظت کرنے سے اللہ کی عبادت میں لطف اور لذت پیدا ہو جاتی ہے۔

۲۔ غض بصر کے اس حکم سے صرف وہ صورتیں مستثنیٰ ہیں جن میں کسی عورت کو دیکھنے کی کوئی حقیقی ضرورت ہو مثلاً کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس غرض کے لئے عورت کو دیکھ لینے کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ ایسا کرنا پسندیدہ ہے۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جگہ نکاح کا پیغام دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ "تم نے لڑکی کو دیکھ بھی لیا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں"۔ ـــــ فرمایا ـــــ "اسے دیکھ لو، اس طرح زیادہ توقع کی جاسکتی ہے کہ تمہارے درمیان

Marfat.com

زیادہ موافقت ہوگی"؛ ایک اور روایت حضرت ابوہریرہؓ سے ہے کہ "ایک شخص نے کہیں شادی کا پیغام دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "لڑکی کو دیکھ لو"۔

کتنی ہی روایات میں آتا ہے کہ حضورؐ نے نکاح کی غرض سے لڑکی کو دیکھنے کے بارے میں فرمایا ہے کہ ایسا کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ——— نیز آپؐ نے اس کی بھی اجازت دی ہے کہ لڑکی کو بے خبری میں دیکھ لیا جائے۔ اسی طرح فقہاء کے نزدیک جرائم کی تفتیش کے سلسلہ میں مشتبہ عورت کو دیکھنا یا عدالت میں گواہی کے موقع پر قاضی کا کسی گواہ عورت کو دیکھنا یا علاج کے لئے طبیب کا مریضہ کو (بس ضرورت کی حد تک) دیکھنا جائز ہے۔

۳۔ اس حکم کا منشا یہ بھی ہے کہ آدمی کسی مرد یا عورت کے ستر پر نگاہ نہ ڈالے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو مرد کے ستر کو دیکھنے اور عورت کو کسی عورت کے ستر کو دیکھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ مردہ انسان کے ستر پر نظر ڈالنے کی بھی ممانعت ہے۔

۴۔ نگاہیں نیچی کر لینے کے اس حکم سے پردے کے مخالفوں نے ایک اور نکتہ نکالا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر شریعت میں چہرے کا پردہ ضروری ہوتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس پر عمل ہو رہا ہوتا تو پھر نظر بچانے کے حکم کی ضرورت ہی کیا تھی۔ جب چہرے پر نقاب ہو تو نظر بچانے یا نہ بچانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔ چہرے کے پردے کا عام رواج ہونے کے باوجود ایسے مواقع پیش آسکتے ہیں جب اچانک کسی عورت اور مرد کا آمنا سامنا ہو جائے اور ایک پردہ دار عورت کو بھی بسا اوقات ایسی ضرورت پڑ سکتی ہے کہ وہ منہ کھولے۔ پھر مسلمان عورتوں میں پردہ رائج ہونے کے باوجود بہرحال غیر مسلم عورتیں تو بے پردہ ہی ہوں گی اور یہ حکم ان کے سلسلہ میں بھی دیا جا سکتا ہے۔ اس لئے غضِ بصر کے حکم سے یہ نکتہ پیدا کرنا کہ چہرے کا پردہ شریعت میں ضروری نہیں ہے، کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ پھر بہت سے واقعات احادیث میں ایسے بیان ہوئے ہیں جن سے بلا شبہ یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چہرے کا پردہ کیا جاتا تھا، اس کے سلسلے میں ہدایات

Marfat.com

بھی تھیں اور اس پر عمل بھی ہوتا تھا۔

۵۔ اس آیت میں دوسرا حکم شرمگاہوں کی حفاظت کا دیا گیا ہے۔ یہاں شرمگاہوں کی حفاظت سے مراد محض ناجائز شہوت رانی سے پرہیز ہی نہیں ہے بلکہ اپنے ستر کو دوسروں کے سامنے کھولنے سے پرہیز بھی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کے لئے ستر کے حدود ناف سے لے کر گھٹنے تک مقرر فرمائے ہیں۔ اس حصہ جسم کو بیوی کے سوا کسی کے سامنے قصداً کھولنا حرام ہے۔ حضرت جرہد اسلمیؓ جو اصحاب صفہ میں سے ایک بزرگ تھے، روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایک مرتبہ میری ران کھلی ہوئی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ "کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ ران چھپانے کے قابل چیز ہے"۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں دوسروں کے سامنے ہی نہیں، تنہائی میں بھی ننگا رہنا ممنوع ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ کبھی ننگے نہ رہو کیونکہ تمہارے ساتھ وہ ہیں جو کبھی تم سے جدا نہیں ہوتے یعنی خیر اور رحمت کے فرشتے۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ	(اور اے نبی!) مومن عورتوں سے کہہ دو کہ
يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ	اپنی نظریں بچا کر رکھیں
وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ	اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں
وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ	اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں
اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا	بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے
وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ	اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔
وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ	اور اپنا بناؤ سنگھار نہ ظاہر کریں
اِلَّا	مگر ان لوگوں کے سامنے
لِبُعُوْلَتِهِنَّ	اپنے شوہر
اَوْ اٰبَآئِهِنَّ	اور اپنے باپ
اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ	اور اپنے شوہروں کے باپ
اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ	اور اپنے بیٹے

Marfat.com

اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ — اور اپنے شوہروں کے بیٹے
اَوْ اِخْوَانِهِنَّ — اور اپنے بھائی
اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ — اور اپنے بھائیوں کے بیٹے
اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ — اور اپنی بہنوں کے بیٹے
اَوْ نِسَآئِهِنَّ — اور اپنی میل جول کی عورتیں
اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ — اور اپنے مملوک
اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ — اور وہ زیر دست مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں
اَوِ الطِّفْلِ — اور وہ بچے
الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰي عَوْرٰتِ النِّسَآءِ — جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں۔
وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ط — اور اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انھوں نے چھپا رکھی ہو لوگوں کو اس کا علم ہو جائے۔
وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ — اور اے مومنو! تم سب مل کر اللہ سے توبہ کرو۔
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾ — توقع ہے کہ فلاح پاؤ گے۔

غض بصر کے احکام مردوں کے سلسلہ میں پچھلی آیات میں گذرے اب وہی حکم عورتوں کے سلسلہ میں دیا جا رہا ہے۔ یہاں بھی حکم ہے کہ قصداً مردوں کو نہ دیکھنا چاہیئے نگاہ پڑ جائے تو ہٹا لینی چاہیئے اور دوسروں کے ستر کو دیکھنے سے پرہیز کرنا چاہیئے لیکن شریعت میں مرد کے عورت کو دیکھنے کی بہ نسبت عورت کے مرد کو دیکھنے کے معاملے میں احکام تھوڑے سے مختلف ہیں۔

ایک طرف تو حدیث میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھیں کہ اتنے میں ایک صحابی حضرت ابن ام مکتومؓ آگئے جو نابینا تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پردہ کرنے کو کہا۔ بیبیوں نے عرض کیا کہ "یارسول اللہ یہ تو نابینا ہیں"۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تم تو نابینا نہیں ہو، تم تو انھیں دیکھ رہی ہو" ایسی ہی ایک روایت حضرت عائشہؓ سے بھی مروی ہے کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا تو انھوں نے اس سے پردہ کیا۔ کہا گیا کہ یہ تو نابینا ہیں ان سے پردے کی کیا ضرورت ہے — جواب میں ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ "کیا ہوا میں تو اسے دیکھتی ہوں" دوسری طرف حضرت عائشہؓ کی یہ روایت ملتی ہے کہ ایک بار حبشیوں کا ایک وفد مدینے آیا، اور اس نے مسجد نبوی کے احاطے میں تماشہ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت عائشہؓ کو یہ تماشا دکھایا۔

تیسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ فاطمہؓ بنت قیس کو جب ان کے شوہر نے طلاق دے دی تو سوال پیدا ہوا کہ وہ عدت کہاں گذاریں تو حضورؐ نے فرمایا کہ "تم ابن ام مکتومؓ کے یہاں رہو وہ نابینا ہیں تم ان کے یہاں بے تکلف رہ سکو گی"۔ ان سب روایات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے مردوں کو دیکھنے کے معاملے میں اتنی سختی نہیں ہے جتنی کہ مردوں کے عورتوں کو دیکھنے کے معاملہ میں ہے۔ پھر بھی ایک مجلس میں آمنے سامنے بیٹھ کر دیکھنا ممنوع ہے راستہ چلتے ہوئے یا دور سے کوئی جائز قسم کا کھیل تماشا دیکھتے ہوئے مردوں پر نگاہ ڈالنا ممنوع نہیں ہے اور کوئی حقیقی ضرورت پیش آجائے تو ایک گھر میں رہتے ہوئے بھی دیکھنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ مسجدوں میں، بازاروں میں اور سفروں میں عورتیں تو نقاب ڈال کر چلتی ہیں کہ مرد ان کو نہ دیکھیں لیکن مردوں کے لئے یہ حکم نہیں ہے کہ وہ بھی نقاب منہ پر ڈال کر نکلیں تاکہ انھیں عورتیں نہ دیکھ سکیں۔ لیکن اس کے باوجود یہ کسی طرح جائز نہیں ہے کہ عورتیں اطمینان سے مردوں کو گھوریں اور اُن کے مردانہ حسن سے آنکھیں سینکیں۔

ناجائز شہوت رانی اور اپنا ستر دوسروں کے سامنے کھولنے کے سلسلہ میں عورتوں کے لئے بھی وہی احکام ہیں جو مردوں کے لئے ہیں، لیکن عورتوں کے ستر کے حدود مردوں سے مختلف ہیں نیز عورتوں کا ستر مردوں کے لئے الگ ہے اور عورتوں کے لئے الگ۔

Marfat.com

مردوں کے لئے عورت کا ستر ہاتھ اور منہ کے سوا اس کا پورا جسم ہے جسے شوہر کے سوا کسی دوسرے مرد یہاں تک کہ باپ اور بھائی کے سامنے بھی نہ کھلنا چاہیئے اور عورت کو ایسا باریک یا چست لباس بھی نہ پہننا چاہیئے کہ جس سے بدن اندر سے جھلکے یا بدن کا اتار چڑھاؤ نمایاں ہو۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ ان کی بہن حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئیں، اور وہ باریک کپڑے پہنے ہوئی تھیں، حضورؐ نے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ "اسماء جب عورت بالغ ہو جائے تو جائز نہیں ہے کہ منہ اور ہاتھ کے سوا اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر آئے"۔ اس معاملہ میں صرف اتنی رعایت ہے کہ اپنے محرم رشتہ داروں مثلاً باپ بھائی وغیرہ کے سامنے عورت اپنے جسم کا وہ حصہ کھول سکتی ہے جسے گھر کا کام کرتے ہوئے کھولنے کی ضرورت پیش آتی ہے مثلاً آٹا گوندھتے وقت آستین اوپر کو چڑھا لینا یا کسی ضرورت سے پائنچے کچھ اوپر کر لینا۔

عورت کے لئے عورت کے ستر کے حدود وہی ہیں جو مرد کے لئے مرد کے ستر کے ہیں یعنی ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورتوں کے سامنے عورت نیم برہنہ رہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ڈھانکنا فرض ہے اور دوسرے حصوں کا ڈھانکنا فرض نہیں ہے۔

نظر بچانا اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنا مردوں اور عورتوں دونوں پر فرض ہے جس کی تشریح آپ کے سامنے آ چکی ہے لیکن شریعت عورتوں سے کچھ مزید مطالبہ بھی کرتی ہے جس کا ذکر اسی آیت میں کیا گیا ہے۔

عورتوں کو اپنی زینت چھپانے کا حکم ہے۔ زینت کا ترجمہ "بناؤ سنگھار" کیا گیا ہے، اس میں تین چیزیں شامل ہیں۔ خوش نما کپڑے، زیور اور سر منھ، ہاتھ پاؤں وغیرہ نیز مختلف آرائشیں جو عورتیں بالعموم کرتی ہیں۔ اس "بناؤ سنگھار" کو مردوں سے چھپانے کا حکم ہے جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ لیکن اس سے پہلے ایک استثنار کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ یعنی جو بناؤ سنگھار خود ظاہر ہو جائے اس کے اظہار میں مضائقہ نہیں۔ لیکن یہ خود ظاہر ہو جانے والا بناؤ سنگھار کیا ہے اس سلسلہ میں مختلف تفصیلات سامنے آتی ہیں البتہ اتنی

Marfat.com

بات بالکل ظاہر ہے کہ الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس آرائش وزیبائش میں سے جو کچھ آپ سے آپ ظاہر ہوجائے اس کا مضائقہ نہیں لیکن عورتوں کو خود اس کا اظہار یا نمائش نہ کرنی چاہیئے۔ خود ظاہر ہونے کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ چادر کا کوئی حصہ ہوا سے اڑ جائے یا کسی اور وجہ سے زینت کھل جائے۔ کچھ لوگوں نے "ماظہر منہا" (جو خود ظاہر ہوجائے) کا مطلب یہ لیا ہے کہ جسے عادتاً انسان ظاہر کرتا ہے اور پھر وہ چہرہ اور ہاتھ کو ان کی تمام آرائشوں سمیت اسی استثنار میں شامل کردیتے ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک یہ جائز ہے کہ عورت اپنے چہرہ کو سرخی، پاؤڈر، لپ اسٹک اور سرمہ وغیرہ سے اور اپنے ہاتھوں کو انگوٹھی چھلے اور چوڑیوں اور کنگن وغیرہ سے آراستہ کرکے لوگوں کے سامنے کھولے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فقہائے حنفیہ کے ایک اچھے خاصے گروہ نے اس مطلب کو قبول کیا ہے لیکن مفسر قرآن حضرت علامہ ابوالاعلیٰ مودودیؒ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:۔

"ہم یہ سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں کہ "ماظہر" کے معنی "مایظہر" عربی زبان کے کس قاعدے سے ہوسکتے ہیں۔ "ظاہر ہونے" اور "ظاہر کرنے" میں کھلا ہوا فرق ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن صریح طور پر "ظاہر کرنے" سے روک کر "ظاہر ہونے" کے معاملہ میں رخصت دے رہا ہے۔ اس رخصت کو "ظاہر کرنے" کی حد تک وسیع کرنا قرآن کے بھی خلاف ہے اور اُن روایات کے بھی خلاف ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں حکم حجاب آنے کے بعد عورتیں کھلے منہ نہیں پھرتی تھیں اور حکم حجاب میں منہ (چہرہ) کا پردہ شامل تھا اور احرام کے سوا دوسری تمام حالتوں میں نقاب کو عورتوں کے لباس کا ایک جزو بنا دیا گیا تھا۔ اس سے بھی زیادہ قابل تعجب بات یہ ہے کہ اس رخصت کے حق میں دلیل کے طور پر یہ بات پیش کی جاتی ہے کہ منہ اور ہاتھ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہیں حالانکہ ستر اور حجاب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ستر تو وہ چیز ہے جسے محرم مردوں کے سامنے کھولنا بھی ناجائز ہے۔ رہا حجاب تو وہ ستر سے زائد ایک چیز ہے جسے عورتوں اور غیر محرم مردوں کے درمیان حائل کیا گیا ہے اور

Marfat.com

یہاں بحث ستر کی نہیں احکام حجاب کی ہے"۔

اسلامی احکامات کی روشنی میں دوپٹے یا اوڑھنی کا مفہوم یہ ہے کہ اس سے سر، کمر، سینہ سب اچھی طرح ڈھانک لئے جائیں۔ مقصود چونکہ اعضا کا چھپانا ہے اس لئے یہ بات بھی ضروری ہے کہ دوپٹہ ایسے باریک کپڑے کا نہ ہونا چاہیے جس سے اندر کے وہ حصے جھلکیں جنھیں چھپایا جا رہا ہے۔ اسی قسم کی اوڑھنیوں کا حکم اس آیت میں دیا گیا ہے۔

ایک حلقہ ایسا بھی ہے جس میں عورت اپنی پوری زینت کے ساتھ پوری آزادی کیساتھ رہ سکتی ہے وہ حلقہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جن کا ذکر اسی آیت میں موجود ہے۔ اس حلقہ سے باہر جو لوگ بھی ہوں خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا اجنبی، بہرحال ایک عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ زیب و زینت کے ساتھ ان کے سامنے آئے، اس حلقہ میں حسب ذیل افراد شامل ہیں :۔

۱۔ باپ اور شوہروں کے باپ۔ اس میں دادا اور پردادا بھی شامل ہیں یعنی اپنی ددھیال، اور ننھیال اور اپنے شوہروں کی ددھیال اور ننھیال کے سب بزرگ اس میں شامل ہیں اور ان کا مقام وہی ہے جو اپنے والد اور خسر کا ہے۔

۲۔ اپنے اور اپنے شوہروں کے بیٹے۔ اس میں بھی پوتے اور پرپوتے اور نواسے اور پرنواسے سب شامل ہیں ـــــــ اس معاملے میں سگے سوتیلے کا کوئی فرق نہیں ہے۔

۳۔ بھائیوں میں سگے سوتیلے اور ماں جائے بھائی سب شامل ہیں۔

۴۔ بھانجوں اور بھتیجوں سے مراد تینوں قسم کے بھائی بہنوں کی اولاد ہے اور اس میں بہن اس کے پوتے پرپوتے اور نواسے پرنواسے سب شامل ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات کی روشنی میں مردوں کے اس حلقہ میں جن کا ذکر اوپر ہوا چچا اور ماموں چاہے وہ سگے ہوں یا رضاعی اور داماد شامل ہیں۔ یوں کہنا چاہیئے کہ اس حکم میں وہ سب مرد شامل ہیں جن سے ایک عورت کا نکاح حرام ہے۔

رہے وہ رشتہ دار جن سے ابدی حرمت کا رشتہ نہ ہو ان کے سلسلہ میں مولانا مودودیؒ کی تشریحات سامنے رہیں تو اچھا ہے۔

Marfat.com

"یہ لوگ نہ تو محرم رشتہ داروں کے حکم میں ہیں کہ عورتیں بے تکلف ان کے سامنے اپنی زینت کے ساتھ آئیں اور نہ بالکل اجنبیوں کے حکم میں ہیں کہ عورتیں ان سے بھی ویسا ہی مکمل پردہ کریں جیسا غیروں سے کیا جاتا ہے۔ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان ٹھیک ٹھیک کیا رویہ ہونا چاہئیے یہ شریعت میں متعین نہیں کیا گیا ہے کیونکہ اس کا تعین ہو نہیں سکتا۔ اس کے حدود مختلف رشتہ داروں کے معاملہ میں ان کے رشتہ، ان کی عمر، عورت کی عمر، خاندانی تعلقات، روابط اور فریقین کے حالات مثلاً مکان کا مشترک ہونا یا الگ الگ مکانوں میں رہنا) کے لحاظ سے لامحالہ مختلف ہوں گے اور ہونے چاہئیں۔"

پردہ کے مذکورہ بالا احکام میں آپ نے عورتوں کا ذکر بھی پڑھا اور یہ معلوم ہوا کہ ہر قسم کی عورتوں کے سامنے مسلمان عورت کا بے پردہ ہو کر سامنے آنا اور اظہار زینت کرنا جائز نہیں ہے۔ اس میں استثنار "اپنی میل جول کی عورتیں" کہہ کر کیا گیا ہے۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ وہ کونسی عورتیں ہیں جنھیں اپنی میل جول کی عورتیں سمجھا جائے اور باقی عورتوں سے پردہ کیا جائے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس سے مراد صرف مسلمان عورتیں ہیں اور ان ہی کے سامنے ایک عورت اپنی زینت کا اظہار کر سکتی ہے، کچھ دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں "لنسائہن" یعنی "ان کی عورتیں" سے مراد میل جول کی جانی بوجھی عورتیں ہیں چاہے وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم۔ شریعت کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دائرہ سے خارج ان عورتوں کو کر دینا چاہئیے، جن کے اخلاق و تہذیب کا حال معلوم نہ ہو یا جن کے ظاہری حالات مشتبہ ہوں اور ان پر اعتماد نہ کیا جا سکے۔ احادیث میں بہر حال اس کا ذکر آتا ہے کہ ازواج مطہرات کے پاس غیر مسلم عورتیں آتی تھیں۔ اس معاملہ میں اصل چیز جس کا لحاظ کیا جائے گا وہ مذہبی اختلاف نہیں ہے بلکہ اخلاقی حالت ہے۔ شریف، باحیا اور نیک اطوار عورتیں جو جانی بوجھی اور قابل اعتماد خاندان سے تعلق رکھنے والی ہوں، اُن سے مسلمان عورتیں بے تکلفی کے ساتھ مل سکتی ہیں چاہے وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں، لیکن بے حیا، آبرو باختہ اور بد اطوار عورتیں چاہے وہ "مسلمان" ہی کیوں نہ ہوں، ہر شریف عورت کو ان سے پردہ

Marfat.com

چاہئیے کیونکہ اخلاق کے لئے ان کی صحبت غیر مردوں کی صحبت سے کچھ کم تباہ کن نہیں ہے۔

اس آیت میں مملوک کا ذکر آیا ہے۔ چونکہ اس وقت معاشرے میں یہ کوئی عملی مسئلہ نہیں ہے اس لئے اس سلسلہ میں کچھ لکھنا ضروری نہیں۔ مسئلہ کی تحقیق کے لئے تفہیم القرآن جلد سوم سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

پردے کے احکام میں محرم مردوں کی طرح ان زیردست مردوں کو بھی شامل گیا ہے "جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں"۔ اس سے مراد وہ مرد ہیں جن میں دو صفات پائی جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ تابع یعنی زیردست اور ماتحت ہوں۔ دوسرے یہ کہ وہ خواہش نہ رکھنے والے ہوں یعنی اپنی عمر یا جسمانی عدم اہلیت یا عقلی کمزوری یا فقر و مسکنت یا زیردستی و محکومی کی بنا پر ان میں یہ طاقت اور جرأت نہ ہو کہ وہ صاحب خانہ کی بیوی، بیٹی، بہن یا ماں کے متعلق کوئی بری نیت دل میں لا سکیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لوگ آج کل کے بیروں، خانساموں، شوفروں اور دوسرے جوان نوکروں کو اس زمرے میں شامل کریں۔ مختلف مفسرین نے اس آیت کا جو مفہوم لیا ہے ان سب کو سامنے رکھا جائے تو اس سے مراد صرف وہ لوگ ہیں جو سیدھے سادے بدھو ٹائپ کے ہوں، جو عورتوں سے کوئی دلچسپی میں اتنی ہمت نہ ہو کہ وہ عورتوں پر نگاہ ڈال سکیں۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل ہو سکتے ہیں جو گھر ہی میں پل بڑھ کر جوان ہوئے ہوں اور ان میں اتنی ہمت نہ ہو کہ وہ کسی عورت کی طرف رغبت کریں یا اس پر کوئی بری نگاہ ڈالیں ــــ بچوں سے مراد وہ لڑکے ہیں جن میں ابھی صنفی احساس بیدار نہ ہوئے ہوں، اس دائرے میں زیادہ سے زیادہ دس بارہ برس کے لڑکے آسکتے ہیں۔

میں زیادہ سے زیادہ دس بارہ برس کے لڑکے آسکتے ہیں۔

اس آیت میں یہ حکم بھی قابل غور ہے کہ عورتوں کو اس طرح چلنے سے منع کیا گیا ہے کہ ان کے زیورات کی جھنکار سنائی دے اور جو زینت چھپی ہوئی ہے اس کا علم آواز کے ذریعہ مردوں کو ہو جائے۔ اسی حکم کی روشنی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دوسری ایسی چیزوں سے بھی منع فرمایا ہے جن سے ایک مرد کے حواس میں اشتعال پیدا ہو سکتا ہے۔ مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو خوشبو لگا کر باہر نکلنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ خوشبو بھی حواس میں اشتعال

Marfat.com

پیدا کرتی ہے۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ناپسند فرمایا ہے کہ عورتیں بلاضرورت اپنی آواز مردوں کو سنائیں اور آواز میں لوچ پیدا کر کے بات کرنا، یہ تو کسی طرح گوارا ہی نہیں ہو سکتا البتہ ضرورت پڑنے پر بات کرنے کی اجازت ہے لیکن ایسے مواقع پر عورت کا لہجہ اور انداز گفتگو ایسا ہونا چاہیئے جس سے بات کرنے والے مرد کے دل میں کبھی یہ خیال تک نہ گزر سکے کہ اس عورت سے کوئی اور توقع بھی قائم کی جا سکتی ہے۔ اس کے لہجہ میں کوئی لوچ نہ ہو، اس کی باتوں میں کوئی لگاوٹ نہ ہو، اس کی آواز میں دانستہ کوئی شیرینی گھلی ہوئی نہ ہو جو سننے والے مرد کے جذبات میں اشتعال پیدا کر دے۔ بس صرف اتنی اجازت ہے کہ اگر کسی حقیقی ضرورت کے تحت کسی اجنبی سے بات کرنا پڑ جائے تو پوری احتیاط کے ساتھ بات کی جائے۔

اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اور احکامات بھی پیش نظر رہیں تو اچھا ہے مثلاً:۔۔۔۔۔

۱۔ محرم رشتہ داروں کی غیر موجودگی میں دوسرے لوگوں کو چاہے وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں کسی عورت سے تنہا ملنے اور اس کے پاس تنہا بیٹھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

۲۔ یہ جائز نہیں ہے کہ کسی مرد کا ہاتھ کسی غیر محرم عورت کے جسم کو لگے۔ کسی شدید مجبوری کی بات دوسری ہے مثلاً طبیب کا مریضہ کے جسم کو ہاتھ لگانا، یا کسی حادثہ میں گرفتار کسی خاتون کی جان بچانے کے لئے اس کی مدد کرنا۔

۳۔ محرم کے بغیر تنہا یا غیر محرم کے ساتھ سفر کرنے سے بھی سختی کے ساتھ منع فرما دیا گیا ہے۔

۴۔ مردوں اور عورتوں کے اختلاط کی ہرگز اجازت نہیں دی گئی ہے۔ مخلوط نشستیں یا مخلوط تعلیم، ایسی کسی چیز کی کوئی گنجائش اسلامی شریعت میں نہیں ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جو دین مردوں کے تعلق سے عورت کو اس طرح کے احکام دیتا ہو، کیا وہ کبھی اس کو پسند کر سکتا ہے کہ عورت اسٹیج پر آکر گائے، ناچے، تھرکے اور سنیما کے مناظر میں ایکٹنگ انجام دے یا وہ ریڈیو پر سریلے نغموں کے ساتھ عاشقانہ گیت اور فحش مضامین سنا سنا کر لوگوں کے جذبات میں آگ لگائے یا وہ ہوائی جہازوں میں مسافروں کی خدمت اور دلداری کے کام انجام دے۔ بہر حال جسے خدا، اس کے دین اور یوم آخرت

Marfat.com

پر ایمان ہو وہ تو کسی قیمت پر ان چیزوں کے قریب نہیں جا سکتا۔ اس پہلو سے مردوں کے لئے جس احتیاط کی ضرورت ہے وہ بھی سامنے رہنا چاہیئے۔ مثلاً یہ کہ وہ ایسے گیت نہ سنیں، ایسے مناظر کا مشاہدہ نہ کریں جہاں غیر عورتیں کھلے منہ سامنے آئیں، یا ایسی مجلسوں اور دعوتوں میں شرکت نہ کریں جہاں عورت اور مرد ملے جلے ہوں۔ ان احکامات کے سامنے آنے کے بعد موجودہ مسلم سوسائٹی کی ہر عورت اور ہر مرد کے سامنے ایک سوال ابھرنا چاہیئے کہ کیا وہ اپنے گھر اور اپنے معاشرہ کو اپنی ذات اور اپنی جد وجہد کی حد تک ان اخلاقی فتنوں سے پاک کرنے کے لئے تیار ہے یا نہیں جن میں موجودہ معاشرہ انہی احکامات کی طرف سے لاپروائی کرنے کی وجہ سے گرفتار ہے۔ رہے وہ لوگ جو خواہ مخواہ کی تاویلوں سے گناہ کو ثواب بنانے کی کوشش کرتے ہیں ان کے لئے تو سوچنے کی بات یہی ہے کہ وہ یہ فیصلہ کریں کہ انھیں مسلمان رہنا بھی ہے یا نہیں۔ گناہ اور نافرمانی ایک چیز ہے اور منافقانہ ڈھٹائی اور شریعت کو اپنی پسند کے مطابق توڑنا مروڑنا دوسری چیز ہے اور یہ بدترین مذموم حرکت ہے۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ	تم میں سے جو لوگ بن بیاہے ہوں اور تمہارے
وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ	لونڈی غلاموں میں جو صالح ہوں ان کے
وَاِمَآئِكُمْ ؕ	نکاح کراؤ۔
اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ	اگر وہ غریب ہوں
يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ	تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا
وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾	اور اللہ بڑی وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

اسلامی معاشرہ میں یہ بات کسی طرح پسندیدہ نہیں ہے کہ لوگ بن بیاہے رہیں۔ چاہے وہ مرد ہوں یا عورتیں۔ اسی حکم میں بیوہ عورتوں کے نکاح کی تاکید بھی پائی جاتی ہے۔ صنفی اعتبار سے پاکیزہ ماحول کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ لوگ خواہ مخواہ بن بیاہے نہ رہیں۔ اسی پہلو کی تکمیل کے لئے لونڈی اور غلاموں کے نکاح کرا دینے کے لئے بھی تاکید کی گئی ہے۔

اس آیت میں اگرچہ صیغہ امر کا استعمال کیا گیا ہے لیکن جمہور فقہاء کے نزدیک یہ ایسا

Marfat.com

حکم نہیں ہے جس کی تعمیل واجب ہو بلکہ اس حکم کی تعمیل پسندیدہ ہے اور مطلوب ہے اور اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ مسلمانوں کو عام طور پر یہ فکر ہونی چاہیئے کہ ان کے معاشرہ میں لوگ بن بیاہے نہ بیٹھے رہیں۔ خاندان والے، دوست، ہمسائے سب اس معاملے میں دلچسپی لیں اور جس کا کوئی نہ ہو اس کو حکومت اس کام میں مدد دے۔

بہت سے لوگ نکاح کے معاملے میں نرے حسابی بن کر رہ جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آمدنی تو صرف اتنی ہے جس میں ایک آدمی کی گذر ہوتی ہے، شادی ہونے پر دو ہو جائیں گے اور پھر تین اور چار ہونے کی نوبت آئے گی تو بھلا ہم کہاں اس بوجھ کو اُٹھا سکیں گے۔ اس ذہن کی اصلاح کے لئے فرمایا گیا ہے کہ اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا۔ اس کا یہ مطلب تو بہر حال نہیں ہے کہ نکاح ہوتے ہی اللہ تعالیٰ اس کو مالدار بنا دے گا بلکہ اس کا مطلب صرف اتنا ہی ہے کہ لوگ اللہ کے فضل پر بھروسہ کریں۔ معلوم نہیں وہ رزق کے دروازے کس طرح کشادہ کر دے۔

بہت سے لڑکی والے سب سے پہلے جائداد اور آمدنی کا جائزہ لیتے ہیں اور حساب لگا کر دیکھتے ہیں کہ سسرال میں بیٹی کی گذر کس معیار سے ہو سکے گی۔ ان کے لئے بھی اس آیت میں اشارہ ہے کہ اگر نیک اور شریف آدمی پیغام دے تو محض اس کی غربت دیکھ کر انکار نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ رزق کشادہ فرماتا ہے، ہو سکتا ہے کہ ذمہ داری بڑھ جانے پر لڑکا زیادہ محنت کرے، نئی نئی راہیں تلاش کرے اور اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے غنی کر دے۔

اس حکم میں ان نوجوانوں کے لئے بھی ہدایت ہے جو زیادہ آمدنی کے انتظار میں اپنی شادی کے معاملے کو خواہ مخواہ ٹالتے رہتے ہیں، آمدنی اگر تھوڑی ہو اور غیر یقینی بھی ہو تو اللہ کے بھروسے پر شادی کر ڈالنی چاہیئے، بسا اوقات خود شادی ہی آدمی کے حالات درست ہونے کا ذریعہ بن جاتی ہے، بیوی کی مدد سے اخراجات قابو میں آجاتے ہیں، ذمہ داریاں سر پر آجانے کے بعد پہلے سے زیادہ محنت اور کوشش کرنے لگتا ہے اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ معاش کے کاموں میں بیوی ہاتھ بٹانے لگتی ہے، پھر کون جانتا ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ آئے دن کا تجربہ ہے کہ حالات بدلتے رہتے ہیں۔ کم حیثیت والے اچھی خاصی کمائی کرنے لگتے ہیں

Marfat.com

اور کھاتے پیتے لوگ خالی ہاتھ ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا بھروسہ کرنے کی چیز حالات نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُس کی رزّاقی ہے۔ بہت زیادہ حساب لگانے اور بجٹ پر بجٹ بنانے سے کچھ بات زیادہ نہیں بنتی ہے۔

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا	اور جو نکاح کا موقعہ نہ پائیں انھیں چاہیئے کہ عفت مآبی اختیار کریں
حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ط	یہاں تک کہ اللہ اپنے فضل سے انھیں غنی کر دے۔
وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ	اور تمہارے مملوکوں میں سے جو مکاتبت کی درخواست کریں
فَكَاتِبُوْهُمْ	ان سے مکاتبت کر لو
اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا	تمہیں معلوم ہو کہ ان کے اندر بھلائی ہے۔

وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ط اور دو اُن کو اس مال سے جو اللہ نے تم کو دیا ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "نوجوانو! تم میں سے جو شخص شادی کر سکتا ہو اسے کر لینی چاہیئے کیونکہ یہ نگاہ کو بد نظری سے بچائے اور آدمی کی عفت قائم رکھنے کا بڑا ذریعہ ہے اور جو استطاعت نہ رکھتا ہو، وہ روزے رکھے کیونکہ روزے آدمی کی طبیعت کا جوش ٹھنڈا کر دیتے ہیں۔"

نیز یہ بھی فرمایا کہ "تین آدمی ہیں جن کی مدد اللہ کے ذمہ ہے۔ ایک وہ شخص جو پاکدامن رہنے کے لئے نکاح کرے، دوسرے وہ مکاتب جو مال کتابت ادا کرنے کی نیت رکھے (تشریح آگے آ رہی ہے) تیسرے وہ شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلے۔"

اس آیت میں ان لوگوں کے لئے (خواہ وہ مرد ہوں یا عورت) ہدایت ہے جو کسی مجبوری کی بناء پر نکاح کرنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں، مجبوری ہر طرح کی ہو سکتی ہے، جن میں سے ایک مالی مجبوری بھی ہے۔ اور دوسری یہ شکل بھی ممکن ہے کہ کسی وجہ سے لوگ اس سے رشتہ کرنے کے لئے تیار نہ ہوں۔ ایسے لوگوں کو ضبط نفس سے کام لینے کی تاکید ہے، یہاں تک کہ مجبوری دور ہو جائے۔

Marfat.com

غلام اور لونڈی کو اسلامی قانون نے یہ اجازت دی ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنے آقا سے ایک معاوضہ ادا کرنے کی پیشکش کرے تاکہ وہ اسے اس کے بعد آزاد کر دے۔ غلاموں کی آزادی کی جو صورتیں اسلام نے رکھی ہیں ان میں سے ایک صورت یہ بھی ہے۔ اس صورت میں یہ ضروری نہیں ہے کہ معاوضہ مال ہی کی شکل میں ہو، آقا کے لئے کوئی خاص خدمت انجام دینا بھی معاوضہ بن سکتا ہے۔ بشرطیکہ دونوں فریق اس پر راضی ہو جائیں۔ اس آیت میں ہدایت دی گئی ہے کہ اگر تمہارے لونڈی، غلام تم سے اس قسم کا معاملہ کرنا چاہیں تو تم ان سے معاہدہ کرلو۔ اس قسم کا معاہدہ ہو جانے کے بعد آقا کو یہ حق نہیں رہتا کہ غلام کی آزادی میں بے جا رکاوٹیں ڈالے۔ وہ اس کو مال کتابت فراہم کرنے کے لئے کام کرنے کا موقعہ دے گا اور مدت مقررہ کے اندر جب بھی غلام اپنے ذمہ کی رقم یا خدمت انجام دے دے وہ اس کو آزاد کر دے گا۔

اس آیت میں اس بات کی بھی ہدایت ملتی ہے کہ جو لونڈی اور غلام اپنے آقاؤں سے مکاتبت کا معاملہ کرلیں ان کو کچھ دینا بھی خیر کا کام ہے اور اسلامی حکومت پر بھی یہ ذمہ داری ہے کہ ایسے لوگوں کی مالی مدد کرے۔ ان لوگوں کو زکوٰۃ کی رقم سے بھی دیا جاسکتا ہے۔

یہاں غلاموں کا اور انھیں آزاد کرانے کا ذکر آگیا ہے تو اس سلسلہ میں چند باتیں معلوم ہونا مفید ہوگا۔

قدیم زمانے میں غلام تین طرح کے تھے:

ایک جنگی قیدی، دوسرے آزاد آدمی جنھیں زبردستی پکڑ پکڑ کر غلام بنالیا جاتا تھا اور بیچ دیا جاتا تھا۔ تیسرے وہ جو نسلاً بعد نسلٍ غلام چلے آرہے تھے اور کچھ پتہ نہ چلتا تھا کہ ان کے باپ دادا کب اور کیسے غلام بنائے گئے تھے۔ اسلام جب آیا تو عرب اور بیرون عرب دنیا بھر کا معاشرہ ان تمام اقسام کے غلاموں سے بھرا ہوا تھا اور سارا معاشی اور معاشرتی نظام مزدوروں اور نوکروں سے زیادہ ان غلاموں کے سہارے چل رہا تھا۔ اسلام کے سامنے پہلا سوال یہ تھا کہ وہ غلام جو پہلے سے چلے آرہے ہیں ان کا کیا کیا جائے اور دوسرا سوال یہ تھا کہ آئندہ کے لئے غلامی کا مسئلہ کس طرح حل کیا جائے۔ پہلے سوال کے جواب میں اسلام نے یہ نہیں کیا کہ قدیم زمانے کے تمام غلاموں پر سے لوگوں کے حقوق

Marfat.com

ملکیت ایک دم ساقط کر دیتا، کیونکہ اس سے نہ صرف یہ کہ پورا معاشی اور معاشرتی نظام مفلوج ہو جاتا، بلکہ عرب کو امریکہ کی خانہ جنگی سے زیادہ سخت، تباہ کن خانہ جنگی سے دوچار ہونا پڑتا اور پھر بھی اصلی مسئلہ حل نہ ہوتا جس طرح امریکہ میں حل نہ ہو سکا۔ اس احمقانہ طریقہ اصلاح کو چھوڑ کر اسلام نے "فَكُّ رَقَبَةٍ" (گردنیں آزاد کرنا) کی ایک زبردست اخلاقی تحریک شروع کی اور تلقین و ترغیب اور مذہبی احکام اور ملکی قوانین کے ذریعہ سے لوگوں کو اس بات پر ابھارا کہ یا تو آخرت کی نجات کے لئے خوشی خوشی غلاموں کو آزاد کر دیں یا اپنے قصوروں کے کفارے ادا کرنے کے لئے مذہبی احکام کے تحت انھیں رہا کر دیں، یا مالی معاوضہ لے کر ان کو چھوڑ دیں۔

یہ بات تو آپ کے علم میں ہی ہے کہ اسلامی شریعت میں غلاموں کی آزادی کو ایک بہت بڑا کار ثواب بنایا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ۶۳ غلام آزاد کئے۔ آپؐ کی بیویوں میں سے صرف ایک بیوی حضرت عائشہؓ نے ۶۷ غلاموں کو آزادی بخشی۔ حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ نے اپنی زندگی میں ۷۰ غلاموں کو آزاد کیا۔ حکیم بن حزامؓ نے سو، عبداللہ بن عمرؓ نے ایک ہزار، ذوالکلاع حمیریؓ نے آٹھ ہزار اور عبدالرحمٰن بن عوف نے تیس ہزار غلاموں کو آزادی بخشی۔ ایسے ہی واقعات دوسرے صحابہ کی زندگی میں بھی ملتے ہیں جن میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے نام زیادہ نمایاں ہیں۔ خدا کی رضا حاصل کرنے کا ایک عام شوق تھا کہ جس کی بدولت لوگ کثرت سے خود اپنے غلام بھی آزاد کرتے تھے اور دوسروں سے بھی غلام خرید خرید کر آزاد کرتے چلے جاتے تھے۔ اس طرح جہاں تک پہلے غلاموں کا تعلق ہے وہ خلفائے راشدین کا دور ختم ہونے سے پہلے ہی تقریباً سب کے سب رہا ہو چکے تھے۔

اب رہا آئندہ کا مسئلہ۔ اس کے لئے اسلام نے غلامی کی اس شکل کو تو قطعی حرام اور قانوناً مسدود کر دیا کہ کسی آزاد آدمی کو پکڑ کر غلام بنایا اور بیچا اور خریدا جائے۔ البتہ جنگی قیدیوں کو صرف اس صورت میں غلام بنا کر رکھنے کی اجازت (حکم نہیں بلکہ اجازت) دی جب کہ ان کی حکومت ہمارے جنگی قیدیوں سے ان کا تبادلہ کرنے پر راضی نہ ہو اور وہ خود بھی اپنا فدیہ ادا نہ کریں، پھر ان غلاموں کے لئے ایک طرف اس امر کا موقعہ کھلا رکھا گیا کہ وہ اپنے مالکوں سے مکاتبت کر کے رہائی حاصل کر لیں اور دوسری طرف وہ تمام ہدایات موجود رہیں

Marfat.com

جن کی رو سے غلاموں کو آزاد کرنا ایک بہت بڑا ثواب کا کام اور رضائے الٰہی کا موجب سمجھا جاتا رہا نیز گناہوں کے کفارے میں ان کو آزادی دیئے جانے کے سلسلہ بھی چلتا رہا۔ لونڈیوں کے سلسلہ میں یہ ہدایت دی گئی کہ جب اس کے یہاں اولاد ہو جائے تو مالک کے مرتے ہی وہ آپ سے آپ آزاد ہو جائے گی۔

یہ ایک مختصر خاکہ ہے اس حل کا جو اسلام نے غلامی کے مسئلے کے سلسلہ میں اختیار کیا۔ اگر اس حل پر منصفانہ نظر ڈالی جائے تو ان اعتراضات کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی جو عام طور پر غلامی کے مسئلے کے سلسلے میں ناواقف لوگ کیا کرتے ہیں۔

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ	اور اپنی لونڈیوں کو اپنے دنیوی فائدے کی خاطر قحبہ گری پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ خود پاکدامن رہنا چاہتی ہوں
وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ	اور جو کوئی ان کو مجبور کرے
فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾	تو اس جبر کے بعد اللہ ان کے لئے غفور و رحیم ہے
وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ	ہم نے صاف صاف ہدایات دینے والی آیات تمہارے پاس بھیج دی ہیں۔
وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ	اور ان قوموں کی عبرتناک مثالیں بھی ہم تمہارے سامنے پیش کر چکے ہیں جو تم سے پہلے گذری ہیں۔
وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾	اور وہ نصیحتیں ہم نے کر دی ہیں جو ڈرنے والوں کے لئے ہوتی ہیں۔

یہ آیت صاف صاف بتاتی ہے کہ بدکاری کے ذریعہ حاصل ہونے والی آمدنی حرام، ناپاک اور قطعی ممنوع ہے چاہے وہ کسی لونڈی کے ذریعہ حاصل کی جائے یا کسی اور طرح۔

اب یہاں وہ سلسلہ بیان ختم ہو رہا ہے جس میں بدکاری سے تعلق رکھنے والی خرابیوں سے مسلم معاشرے کو پاک کرنے کی ہدایات وضاحت سے دی گئی ہیں۔ مثلاً زنا کی سزا کا ذکر ہوا، قذف (زنا کی تہمت لگانا) اور لعان (اپنی بیویوں پر تہمت لگانا) کا قانون بیان کیا گیا، بدکار مردوں اور عورتوں سے اہلِ ایمان کو شادی بیاہ کا تعلق قائم کرنے سے منع فرمایا گیا

Marfat.com

شریف لوگوں پر بے بنیاد تہمتیں لگانے اور معاشرے میں گندی باتوں کے پھیلانے سے روکا گیا۔ مردوں اور عورتوں کو نگاہیں بچا کر رکھنے اور شرم گاہوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا۔ پھر تفصیل کے ساتھ عورتوں کے لئے پردے کے احکام دیئے گئے۔ لوگوں کے مجرد بیٹھے رہنے کو ناپسند کیا گیا اور اب آخر میں لونڈیوں کے ذریعہ بدکاری کرانے اور اس کی آمدنی کھانے کو حرام ٹھہرایا گیا اور صاف صاف کہہ دیا گیا کہ مسلمانو! سمجھانے اور بتانے کا جو حق تھا وہ تو ادا ہو چکا اب اگر تم ان ہدایات کے خلاف عمل کرو گے تو تم کو ان قوموں کا انجام دیکھنا پڑے گا جن کی عبرتناک مثالیں اسی قرآن میں پیش کی گئی ہیں۔ یہ انتہائی سخت تنبیہ ہے، اب کسی مومن کے لئے کیا گنجائش باقی رہتی ہے کہ وہ ان ہدایات کو اللہ کی طرف سے نازل شدہ تسلیم بھی کرے، ان ہدایات کی تلاوت بھی کرتا رہے اور پھر اس کے باوجود ان کی خلاف ورزی بھی کرتا رہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ	اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے
مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ	اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق
فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ	میں چراغ رکھا ہوا ہو۔
اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ	چراغ ایک فانوس میں ہو
اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ	فانوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا۔
يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ	اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو
لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ	جو نہ مشرقی ہو نہ مغربی
يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ	جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑکا پڑتا ہو
وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ	چاہے اس کو آگ نہ لگے
نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ	(اس طرح) روشنی پر روشنی (بڑھنے کے تمام اسباب جمع ہو گئے ہوں)
يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ	اللہ اپنے نور کی طرف جس کی چاہتا ہے رہنمائی

Marfat.com

فرماتا ہے۔

وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وہ لوگوں کو مثالوں سے بات سمجھاتا ہے۔

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔

نور اس چیز کو کہتے ہیں جس کی بدولت اشیاء کا ظہور ہوتا ہے یعنی وہ آپ سے آپ ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کو ظاہر کرے۔ انسان کے ذہن میں نور اور روشنی کا اصل مفہوم یہی ہے۔ جب کچھ دکھائی نہیں دیتا تو انسان نے اس کیفیت کا نام اندھیرا اور تاریکی رکھا ہے، اور جب سب کچھ دکھائی دینے لگے اور ہر چیز ظاہر ہو جائے تو آدمی کہتا ہے کہ روشنی ہو گئی بس اس مفہوم کو سامنے رکھا جائے تو سمجھ میں آسکتا ہے کہ اللہ کو کائنات کا نور کہنے کا مطلب کیا ہے۔ کسی مثال کی مدد سے یہ بات سمجھانے کا ایک طریقہ ہے۔ ورنہ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ روشنی کی کوئی شعاع ہے جیسے کہ روشنی کی بہت سی قسمیں ہمارے علم میں ہیں۔ ہماری زبان کے جو الفاظ اللہ تعالیٰ نے استعمال فرمائے ہیں وہ اپنے بنیادی مفہوم کے لحاظ سے استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے لئے دیکھنے کا لفظ بار بار قرآن میں آتا ہے اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں یا حیوانوں کی طرح آنکھ نامی کوئی عضو رکھتا ہے اور وہ اس سے دیکھتا ہے بلکہ اس کا بنیادی مفہوم کسی چیز کے بارے میں معلومات حاصل کر لینا ہے۔ اسی طرح دوسرے الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے بولے جاتے ہیں۔ مثلاً سننا، بولنا، ان کا مطلب بھی یہ نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کان اور زبان جیسا کوئی عضو رکھتا ہے اور اس کی مدد سے سنتا ہے اور بولتا ہے۔ بس اسی طریقہ پر یہاں نور کا لفظ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت کا مفہوم ذہن نشین کرنے کے لئے بولا گیا ہے۔

اس مثال میں چراغ سے اللہ تعالیٰ کی ذات کو، اور طاق سے کائنات کو تشبیہ دی گئی ہے۔ قدیم زمانے میں زیادہ سے زیادہ روشنی زیتون کے تیل کے چراغوں سے حاصل کی جاتی تھی اور ان میں بھی سب سے بہتر روشنی ان چراغوں سے حاصل ہوتی تھی جن کے لئے تیل ایسے زیتون سے لیا گیا ہو جو بلند اور کھلی جگہ پر اُگا ہو۔ یہ سب تفصیلات ایک سب سے زیادہ روشن چراغ کا تصور دینے کے لئے استعمال ہوتی ہیں اور مراد یہی ہے کہ اس کائنات

Marfat.com

میں جو کچھ ظاہر ہے، اس کے ظہور کا مدار محض اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہے اور انسانوں میں بھی جس کسی کو علم کا کوئی حصہ میسر آتا ہے وہ اسی کی بدولت میسر آتا ہے۔

فِیْ بُیُوْتٍ — (اس کے نور کی طرف ہدایت پانے والے) ان گھروں میں پائے جاتے ہیں۔

اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ ۙ — جنھیں بلند کرنے کا، اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ نے اذن دیا ہے۔

یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۙ — ان میں ایسے لوگ صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں۔

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ ۪ۙ — (وہ لوگ) جنھیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے اور اقامت نماز اور ادائے زکوٰۃ سے غافل نہیں کر دیتی۔

یَخَافُوْنَ یَوْمًا — وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں

تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۙ — جس میں دل الٹنے اور دیدے پتھرا جانے کی نوبت آجائے گی۔

لِیَجْزِیَھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا — (اور وہ یہ سب کچھ اس لئے کرتے ہیں) تاکہ اللہ ان کے بہترین اعمال کی جزا ان کو دے

وَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ ؕ — اور مزید اپنے فضل سے نوازے

وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ — اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے

پہلی آیت میں (جن گھروں) کا ذکر کیا گیا ہے ان سے مراد مسجدیں بھی ہو سکتی ہیں اور وہ گھر بھی جن میں اللہ کے مومن بندے رہتے ہیں۔ ان گھروں کے بلند کرنے سے مطلب ان کی تعظیم اور تکریم ہوگا۔ اگر ان سے مسجدیں مراد لی جائیں ـــــ اور اگر مراد مومنوں کے گھر ہوں تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ اپنے گھروں کو اخلاقی اور دینی حیثیت سے بلند کرتے ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ نے جس طرح مسجدوں کے سلسلہ میں یہ حکم دیا ہے کہ اس میں اللہ کا نام لیا جائے

Marfat.com

اسی طرح وہ چاہتا ہے کہ مومنوں کے گھر بھی اللہ کے ذکر سے گونجیں، ان میں اسلامی تعلیمات کا چرچا ہو، نمازیں پڑھی جائیں، قرآن کی تلاوت ہو۔ اسلام عبادت کو صرف مسجدوں تک محدود نہیں رکھنا چاہتا۔ بلکہ مسجدوں کی طرح گھروں کو بھی ایک حد تک عبادت گاہ بنانا چاہتا ہے

اگلی آیت میں ان مومنوں کی کچھ صفات کا ذکر ہے جو اللہ کو مطلوب ہیں ان لوگوں کی نمایاں صفت یہ ہے کہ دنیا کے کام کاج میں لگ کر خدا کو بھول نہیں جاتے۔ ان کے دل میں اللہ کی محبّت ہوتی ہے وہ اس کے احکام بجالانے میں سرگرم ہوتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جب دہشت اور خوف کی وجہ سے لوگ سخت پریشان ہوں گے اور وہ تمام کیفیات جن کا ذکر قیامت کے احوال میں آتا ہے طاری ہوچکی ہوں گی یہ آخرت کا دن ہوگا۔ اس دن کے یقین اور تصوّر کی وجہ سے یہ لوگ دنیا پرستی میں گم نہیں ہو جاتے بلکہ اپنی تمام مصروفیتوں کے باوجود خدا کو یاد رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا خیال ان کے ذہن ودماغ سے بالکل ہٹنے نہیں پاتا۔ وہ چند روزہ زندگی کے فائدوں کے پیچھے آخرت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ ان کی نگاہیں اس ابدی زندگی پر جمی رہتی ہیں اور اس زندگی کی نعمتوں کی طلب ہر آن ان کے سامنے رہتی ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ مال ودولت کے پیچھے اندھا ہو جانے کے بعد ضروری نہیں ہے کہ آدمی کو وہ سب کچھ مل ہی جائے جو وہ چاہتا ہے بلکہ دینے والا اللہ ہے اور اپنی حکمت اور مصلحت کے تحت ہر ایک کو دیتا ہے اور جب وہ دینے پر آتا ہے تو بے حساب دیتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا	رہے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا
اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ	ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے دشتِ بے آب
الظَّمْاٰنُ مَآءً	میں سراب کہ پیاسا اس کو پانی سمجھے ہوئے تھا۔
حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ	مگر جب وہاں پہنچا
لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا	تو کچھ نہ پایا
وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ	بلکہ اس نے وہاں اللہ کو موجود پایا
فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ	جس نے اس کا حساب پورا پورا چکا دیا

Marfat.com

وَاللّٰہُ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ ۝۳۹	اور اللہ کو حساب کرتے دیر نہیں لگتی
اَوۡ کَظُلُمٰتٍ فِیۡ بَحۡرٍ لُّجِّیٍّ	یا پھر اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک گہرے سمندر کا اندھیرا
یَّغۡشٰہُ مَوۡجٌ	کہ اوپر ایک موج چھائی ہوئی ہے
مِّنۡ فَوۡقِہٖ مَوۡجٌ	اس پر ایک اور موج
مِّنۡ فَوۡقِہٖ سَحَابٌ ؕ	اور اس کے اوپر بادل
ظُلُمٰتٌۢ بَعۡضُہَا فَوۡقَ بَعۡضٍ ؕ	تاریکی پر تاریکی مسلّط ہے
اِذَاۤ اَخۡرَجَ یَدَہٗ	آدمی اپنا ہاتھ نکالے
لَمۡ یَکَدۡ یَرٰىہَا ؕ	تو اسے بھی نہ دیکھے پائے
وَمَنۡ لَّمۡ یَجۡعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوۡرًا	جسے اللہ نور نہ بخشے
فَمَا لَہٗ مِنۡ نُّوۡرٍ ۝۴۰	اس کے لئے کوئی نور نہیں

اس سے پہلے والی آیتوں میں اہل ایمان کی کچھ نمایاں خصوصیات کا تذکرہ تھا۔ اب یہ فرمایا جارہا ہے کہ ان لوگوں کے برخلاف جن لوگوں نے اللہ کی اتاری ہوئی تعلیم کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کا حال کیا ہے؟ ان میں اگرچہ کچھ لوگ نیک اعمال کرتے دکھائی دیتے ہیں لیکن چونکہ وہ ایمان کی صفت سے بے بہرہ ہیں اور اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کے قائل ہیں ہیں۔ اس لئے ان کے بظاہر نیک اعمال آخرت میں ان کے لئے کچھ بھی مفید نہ ہوں گے۔ آخرت میں فائدہ پانے کے لئے ہر عمل صالح کے ساتھ ایمان شرط ہے۔ انھیں اگر اپنے بارے میں یہ گمان ہے کہ ان کے نیک اعمال ان کے کچھ کام آئیں گے تو ان کے اس خیال کی حقیقت سراب سے زیادہ نہیں ہے۔ سراب ریگستان میں چمکتی ہوئی اس ریت کو کہتے ہیں جو دور سے پانی کی طرح نظر آتی ہے۔ پیاسا اسے دیکھ کر یہ سمجھتا ہے کہ سامنے پانی ہے جو کسی تالاب میں موجیں مار رہا ہے۔ پیاسا اس کی طرف دوڑتا ہے مگر جب وہاں پہنچتا ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ وہاں پانی نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ بس ایسا ہی حال ان نیک اعمال پر جھوٹے بھروسوں کا ہے جس کی بنیاد ایمان پر نہ ہو۔ موت کی منزل میں داخل ہونے کے بعد پتہ چلے گا کہ ساری

Marfat.com

امیدیں بے بنیاد ثابت ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ جو ہر انسان کی نیت اور ایمانی کیفیات سے پورا پورا باخبر ہے حساب لینے کے لئے بہت کافی ہے اور وہ ہر شخص کو وہی اجر دے گا جس کا وہ مستحق ہوگا۔

آخر میں جو مثال بیان کی گئی ہے اس میں تمام کفار و منافقین کی حالت بیان کر دی گئی ہے۔ ان ہی لوگوں میں نمائشی نیکیاں کرنے والے بھی شامل ہیں۔ بتایا جا رہا ہے کہ یہ لوگ اپنی پوری زندگی بے خبری اور جہالت میں بسر کر رہے ہیں۔ چاہے دنیا انھیں کیسا ہی صاحب علم اور صاحب فن کیوں نہ سمجھتی ہو۔ جب تک ایمان کے نور وحدت سے کوئی شخص بہرہ مند نہ ہو اس وقت تک وہ اندھیرے میں ہے اُسے روشنی کہیں سے نہیں مل سکتی۔

اَلَمْ تَرَ	کیا تم دیکھتے نہیں ہو
اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ	کہ اللہ کی تسبیح کر رہے ہیں
مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں
وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ	اور وہ پرندے جو پر پھیلائے اُڑ رہے ہیں
كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ	ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ جانتا ہے
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ	اور یہ سب کچھ جو کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر رہتا ہے
وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے۔
وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ	اور اسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔

اس سے پہلی آیت میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور یہاں جس کسی کو بھی جو رہنمائی اور ہدایت مل رہی ہے وہ اُسی کے نور سے مل رہی ہے۔

اب یہاں یہ فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسی نور ہدایت سے فیضیاب ہونے کے لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ آدمی اس کائنات کو کھلی آنکھوں سے دیکھے اور تعصب و ہٹ دھرمی کے پردے اپنی عقل پر نہ ڈالے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو اسے نظر آئے گا کہ نبی جن حقیقتوں سے خبردار کر رہا ہے اور جن راہوں پر چلنے کے لئے بلا رہا ہے، ان کے حق میں ہونے کی گواہی

Marfat.com

زمین اور آسمان کی ایک ایک چیز دے رہی ہے۔ ہر چیز سے اس کے بنانے والے کی قدرت عیاں ہے، اور ہر چیز زبانِ حال سے کہہ رہی ہے کہ اس کا بنانے والا ہر کمزوری، نقص اور عیب سے پاک ہے۔ پرندوں ہی کو دیکھو جو پر پھیلائے فضا میں اُڑ رہے ہیں ان کی بناوٹ میں اور اُن کے اڑنے کے عمل میں بے شمار نشانیاں موجود ہیں اور یہ تو چند نمونے ہیں ورنہ یہاں بے شمار نشانیاں ایسی موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کی گواہی دے رہی ہیں۔
یہاں زمین کا ہر ذرہ اور نباتات کا ہر پتہ معرفتِ کردگار کے لئے ایک دفتر ہے۔ دل کی آنکھیں کھلی ہوں تو یہ سب کچھ نظر آسکتا ہے، نہیں تو بڑے سے بڑے محقق اور بڑے سے بڑے موجد سب گویا اندھے ہی نظر آتے ہیں۔

کائنات کی یہ نشانیاں اسی لئے ہیں کہ انسان جو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں تنہا ایسی مخلوق ہے جسے عقل وشعور اور اختیار وعمل کی آزادی دی گئی ہے انھیں دیکھے اور اپنے خالق کو پہچانے اور زندگی کی مہلت میں اس کی مرضی کے مطابق عمل کر کے اپنی اس زندگی کو کامیاب بنائے جو اس زندگی کے بعد آئے گی اور ہمیشہ رہے گی۔ رہیں اللہ تعالیٰ کی وہ مخلوقات جنھیں اختیار اور آزادیٔ عمل کی نعمت نہیں دی گئی ہے تو ان سب کو معلوم ہے کہ ان کی نماز اور تسبیح کا طریقہ کیا ہے اور وہ سب اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے میں لگی ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔ یہ حقیقت انسان کی نظر سے کبھی اوجھل نہیں ہونی چاہئیے کہ آسمانوں اور زمین کا مالک وہی ہے جس نے انھیں پیدا کیا ہے اور ہر شخص کو انجام کار اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

اَلَمْ تَرَ	کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ
اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا	اللہ بادل کو آہستہ آہستہ چلاتا ہے
ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ	پھر اس کے ٹکڑوں کو باہم جوڑتا ہے
ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا	پھر اسے سمیٹ کر گاڑھا ابر بنا دیتا ہے
فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ	پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے خول میں سے
مِنْ خِلٰلِهٖ	بارش کے قطرے ٹپکتے چلے آتے ہیں

Marfat.com

وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ	اور وہ آسمان سے ان پہاڑوں کی بدولت جو اس میں بلند ہیں اولے برساتا ہے
فَيُصِيبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ	پھر جسے چاہتا ہے اُسے نقصان پہنچاتا ہے
وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ	اور جسے چاہتا ہے اُسے ان سے بچالیتا ہے
يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾	اس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو خیرہ کئے دیتی ہے
يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ	رات اور دن کا الٹ پھیر وہی کر رہا ہے
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾	اس میں ایک سبق ہے آنکھوں والوں کے لئے۔

اللہ تعالیٰ کو کوئی دیکھ نہیں سکتا لیکن اُس کے وجود اور اُس کی حکمت اور اُس کی قدرت کی بے شمار نشانیاں جو ہمارے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں انھیں ہم دیکھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر ایمان لانے کی جو دعوت قرآن ہمیں دیتا ہے اس کے لئے وہ ان سب نشانیوں پر غور و فکر کرنے کے لئے کہتا ہے۔ قرآن میں نئے نئے انداز سے بہت سے مقامات پر انسان کو متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ آنکھیں کھول کر دیکھے اور عقل سے کام لے۔ ایسا ہی ایک مقام یہ بھی ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے فضا میں تیرتے ہوئے بادلوں کی طرف ہمیں متوجہ کیا ہے۔ بادل کیسے بنتے ہیں۔ وہ سمندر کے پانی کو کس طرح زمین کے مختلف علاقوں میں پہنچاتے ہیں، یہ کام نہایت منظم طریقہ سے لاکھوں سال سے ہو رہا ہے۔ پھر بارش کے اس نظام کی جو برکتیں ہیں انھیں بھی ہم محسوس کرتے ہیں۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اگر یہ نظام نہ ہوتا تو زمین پر کسی جاندار کے وجود کا کوئی سوال ہی نہ ہوتا کیا یہ سارا انتظام یوں ہی آپ سے آپ بغیر کسی بنانے والے کے ارادے اور بغیر کسی حکیم اور دانا خالق کے منصوبہ کے یوں ہی وجود میں آگیا ہے؟ بس یہی ایک سوال ہے جسے قرآن میں جگہ جگہ ابھارا گیا ہے اور اسی کو قرآن خالق کائنات کے وجود کی دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے۔ ایسی آیات کی تلاوت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کے مختلف پہلوؤں پر مسلسل غور و فکر کرتے رہنا چاہئیے۔ ایمان کی تازگی اور ذات باری تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کے لئے یہ بہت ضروری ہے۔

ان آیات میں ایک اور اہم نشانی کی طرف بھی متوجہ کیا گیا ہے اور وہ ہے آسمان سے

Marfat.com

کبھی کبھی اولوں کی بارش۔ اس کے لئے کہا گیا ہے کہ یہ ان پہاڑوں کی بدولت برستے ہیں جو آسمان میں بلند ہیں۔ اس سے مراد سردی سے جمے ہوئے بادل بھی ہو سکتے ہیں جنھیں بات سمجھانے کے لئے آسمان کے پہاڑ کہا گیا ہے اور زمین کے پہاڑ بھی مراد ہو سکتے ہیں جو آسمان میں بلند ہیں جس کی چوٹیوں پر جمی ہوئی برف سے کبھی کبھی ہوا اتنی سرد ہو جاتی ہے کہ بادل جمنے لگتے ہیں اور اولوں کی شکل میں برسنے لگتے ہیں۔

اولوں کی بارش عام طور پر مضر ہوتی ہے اور اس سے نقصان پہنچتا ہے — یہ سب اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہوتا ہے وہ جب چاہتا ہے ان سے کسی کو نقصان پہنچا دیتا ہے اور جب چاہتا ہے اُن سے کسی کو بچالیتا ہے۔ یہ منظر تو بہت عام ہے کہ اولوں کے طوفان سے کبھی کبھی ایک ہی علاقہ میں کسی کھیت کو نقصان پہنچ جاتا ہے اور کوئی بالکل محفوظ رہ جاتا ہے۔

پھر اسی آیت میں بجلی کی چمک کا بھی ذکر ہے۔ بادلوں میں بجلی کیسی بنتی ہے۔ وہ کتنی زبردست اور طاقتور ہوتی ہے، فضا میں اُس کے کوندنے سے مختلف گیسوں کا ملاپ کس طرح ہوتا ہے، اور اس سے بارش میں مفید اجزا کس طرح شامل ہو جاتے ہیں اور جب یہی بجلی کہیں گر جاتی ہے تو اس سے کیا نقصان پہنچتا ہے۔ یہ اور اسی طرح کی بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ اگر ان پر غور کیا جائے تو بے شمار نشانیاں اللہ تعالیٰ کے وجود، اور اس کی حکمت و قدرت کی ہمیں مل سکتی ہیں۔

پھر رات اور دن کے الٹ پھیر کی طرف بھی ہمیں متوجہ کیا گیا ہے، یہ کیسا عجیب و غریب نظام ہے۔ مقررہ وقت میں ہماری زمین کا ایک مقررہ حصہ سورج کے سامنے آتا ہے اور وہاں دن ہو جاتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ وہ سورج کے سامنے سے ہٹتا ہے اور رات آجاتی ہے اور ان کا الٹ پھیر جو کروڑوں سال سے انتہائی باقاعدگی کے ساتھ اس طرح ہو رہا ہے کہ اس میں کسی ایک لمحہ کا بھی فرق واقع نہیں ہوتا، یہ کون کر رہا ہے؟ یہ بڑی دھاندلی ہے کہ اس رات اور دن کے نظام کو دیکھ کر انسان یہ کہہ گزر جائے کہ یہ سب کچھ آپ سے آپ ہو رہا ہے۔ اُن لوگوں کے سوا جنھوں نے یہ طے کر لیا ہے کہ اُنھیں خدا کا اقرار کرنا ہی نہیں ہے کوئی

Marfat.com

اور ایسا ہٹ دھرم نہیں ہوسکتا کہ وہ کائنات اور اس کے مختلف نظاموں کو دیکھے اور پھر بھی وہ خدا کے وجود کا انکار کرتا رہے، کائنات میں ایک خالق کے علاوہ بہت سے خداؤں کی کارروائی تسلیم کرتا رہے۔ اسی آیت میں کہا گیا ہے کہ ان تمام چیزوں میں سبق ہے لیکن آنکھوں والوں کے لئے ——— دل کی آنکھیں، جن کے بغیر حقیقت انسان کو نظر نہیں آتی۔

قرآن میں جہاں کہیں کائنات کی نشانیوں کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، ان کے سلسلہ میں تشریح کے طور پر دفتر کے دفتر لکھے جائیں تب بھی کافی نہیں ہو سکتے۔ ایسے تمام مقامات کی تلاوت کرتے ہوئے ہمیں اپنے علم اور اپنی عقل کی حد تک غور و فکر کرنا چاہیئے۔ قرآن اس کی دعوت دیتا ہے۔ وہ قدم قدم پر انسان کی عقل اور سوجھ بوجھ سے اپیل کرتا ہے۔ اندھے یقین کی یہاں کوئی گنجائش نہیں۔

وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ	اور اللہ نے ہر جاندار ایک طرح کے پانی سے پیدا کیا۔
فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ	کوئی پیٹ کے بل چل رہا ہے
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ	تو کوئی دو ٹانگوں پر چل رہا ہے
وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ	اور کوئی چار ٹانگوں پر چل رہا ہے
يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ	اللہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾	اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے
لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ	ہم نے صاف صاف حقیقت بتانے والی آیات نازل کر دی ہیں۔
وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۶﴾	اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی صفات کا ثبوت جن بے شمار نشانیوں سے ملتا ہے اُن کا ذکر قرآن پاک میں بار بار کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے اور ہمارے بس میں نہیں کہ ہم اس کی صفات کا علم خود حاصل کر سکیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ

Marfat.com

ایسی نشانیوں کا ذکر فرمایا ہے جنھیں دیکھنے اور ان پر غور کرنے سے ہماری یہ ضرورت پوری ہو سکتی ہے۔ چنانچہ یہی بات اس آیت میں بھی فرمائی گئی ہے کہ ہر قسم کے جانداروں کی پیدائش کا انحصار کسی نہ کسی طرح پانی پر ہے۔ خود مادۂ منویہ جو پیدائش کا بنیادی ذریعہ ہے اسے بھی ایک طرح کا پانی ہی کہا جا سکتا ہے۔ پھر یہ جانور مختلف نوعیت کے ہیں۔ رینگنے والے بھی ہیں، دو ٹانگوں پر چلنے والے بھی اور چار ٹانگوں پر چلنے والے بھی یہ اللہ تعالیٰ قدرت کے نمونے ہیں جو اس نے ہماری ہدایت و رہنمائی کے لئے پیدا فرما دیئے ہیں۔ دیکھنے والی آنکھ اور سوچنے والے ذہن و دماغ کے لئے ہر چیز میں وجود باری تعالیٰ اور صفات باری تعالیٰ کا سبق موجود ہے۔ اب اگر ان صاف صاف نشانیوں کے بعد بھی بات کسی کی سمجھ میں نہیں آتی تو اس کی ذمہ داری خود اسی پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جو ہدایت کے لئے بڑھتا ہے اس کے لئے ہدایت کی راہیں آسان کر دی جاتی ہیں اور جو بھٹکنا چاہتا ہے اس کے لئے گمراہ ہو جانے کے ہی سامان فراہم ہو جاتے ہیں۔

وَيَقُولُونَ	یہ لوگ کہتے ہیں کہ
اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُولِ	ہم ایمان لائے اللہ اور رسول پر
وَاَطَعْنَا	اور ہم نے اطاعت قبول کی
ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ	مگر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ (اطاعت)
مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ	سے منہ موڑ جاتا ہے۔
وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾	ایسے لوگ ہرگز مومن نہیں ہیں
وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ	اور جب اُن کو بلایا جاتا ہے اللہ اور رسول کی طرف
لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ	تاکہ رسول اُن کے آپس کے مقدمہ کا فیصلہ کرے۔
اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾	تو ان میں سے ایک فریق کترا جاتا ہے۔

ایمان ایک پوشیدہ حقیقت ہے۔ اللہ کے سوا اس کا ٹھیک ٹھیک علم کسی انسان کو نہیں ہو سکتا ہم زیادہ سے زیادہ کسی شخص کے زبانی دعوے کو سُن کر یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ وہ صاحب ایمان ہے، لیکن ایمان حقیقت میں قلب کی ایک کیفیت کا نام ہے اور وہ ہم ٹھیک ٹھیک کسی طرح

Marfat.com

نہیں جان سکتے۔ لیکن ایمان کے کچھ عملی تقاضے بھی ہیں جو ہر اس شخص کی زندگی میں ظاہر ہونے چاہئیں جو ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اور انھیں دیکھ کر ہی ہم اس شخص کے ایمان کے بارے میں کوئی فیصلہ کر سکتے ہیں۔ یہاں ان آیات میں یہی بات سمجھائی گئی ہے۔

کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو دعویٰ تو کرتے ہیں اللہ پر ایمان کا، رسول پر ایمان کا اور آخرت کے یقین کا لیکن ان کی زندگیوں میں نہ خدا کی اطاعت کی جھلک نظر آتی ہے اور نہ وہ رسول کا کوئی کہنا مانتے ہیں اور ان کے معاملات دیکھ کر یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ آخرت، اس کی باز پرس اور اس کے اجر و ثواب پر وہ کوئی ایمان نہیں رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے کہ یہ لوگ ہرگز مومن نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی قاضی ان کے زبانی دعووں کی بنیاد پر انھیں اسلام سے خارج کر دینے کا فتویٰ نہ دے اور وہ امت مسلمہ کا ایک جزو ہی سمجھے جاتے رہیں لیکن اللہ کے نزدیک بھی ان کا شمار اہلِ ایمان میں ہو جائے یہ ضروری نہیں ہے۔ حقیقت میں اطاعت سے روگردانی دعوئ ایمان کی خود تردید کر دیتی ہے مثال کے طور پر ایک بہت کھلی ہوئی بات پر غور کیجئے، ایک شخص ایمان کا مدعی ہے لیکن وہ مسلسل تارک صلوٰۃ ہے اور جب اُسے یہ بتایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر نماز فرض کی ہے۔ نماز نہ پڑھنے والے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی اور ایسی باتیں بیان فرمائی ہیں اور حشر کے میدان میں سب سے پہلے نماز ہی کے بارے میں پوچھا جائے گا، تو وہ یہ سب باتیں سن کر بھی اپنی روش نہیں بدلتا تو ایسے شخص کے بارے میں کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے دعوئ ایمانی میں مخلص ہے کہ اس کے دعویٰ کی تردید خود اس کے طرزِ عمل سے ہو رہی ہے اور صاف معلوم ہو رہا ہے کہ وہ جو یہ کہہ رہا ہے کہ میں اللہ اور رسول پر ایمان لایا اور میں نے اطاعت قبول کر لی، یہ بات وہ غلط کہہ رہا ہے۔ اطاعت کے بغیر ایمان کا دعویٰ ایک دھوکا ہے۔ ایسا شخص اپنے آپ کو بھی دھوکا دے رہا ہے اور دنیا کو بھی دھوکا دینا چاہتا ہے۔

یہی حال معاملات کے فیصلوں کا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے معاملات کے فیصلوں میں ان فیصلوں کا پابند نہ ہو اور وہ اس قانون کو اپنا قانونِ حیات نہ بنائے جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے متعین کیا گیا ہے تو اس کا دعوئ ایمانی درست نہیں۔ جب کوئی شخص

Marfat.com

اپنے اختیار اور مرضی سے اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے کسی قانون کے خلاف کوئی روش اختیار کرتا ہے تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ وہ اللہ اور رسولؐ کے بتائے ہوئے قانون کو غلط اور کسی دوسرے قانون کو صحیح سمجھتا ہے۔ کسی قانون کے برحق ہونے کا دعویٰ اور پھر اپنی مرضی اور پسند سے اس کے خلاف طریقہ پر عمل کرنا ایک ایسا فعل ہے جسے معمولی سوجھ کا آدمی بھی معقول قرار نہیں دے سکتا۔ ایسے طرز عمل کا واضح مطلب اس قانون کا جھٹلانا ہے اور یہ جھٹلانا دعوی ایمانی کے منافی ہے۔ یہ بڑی نازک صورت حال ہے۔ بہت سے ایمان کے مدعی اس میں مبتلا ہیں۔ بلاشبہ حالات کی مجبوریوں کا وزن اسلام نے تسلیم کیا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مجبور کو کن حالات میں جان بچانے کے لئے بعض شرائط کے ساتھ مردار کھا لینے اور شراب پی لینے کی بھی اجازت ہے، لیکن ان سخت شرائط اور حدود کا لحاظ کئے بغیر بلا تکلف بغیر کسی جبر و اکراہ کے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی کوئی گنجائش کیسے نکل سکتی ہے۔ آپ دیکھیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلوں سے کترا جانے والوں کا شمار ان آیات کی رو سے مومنوں میں نہیں ہو سکتا اور یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ اور رسول کی پیروی کا مطلب شریعت اسلامی کی پیروی ہے اور پھر اس ادارہ کی پیروی ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق فیصلے کرے اور اس کی عدالتیں قائم ہوں۔

وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ	البتہ اگر حق ان کی موافقت میں ہو
يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ	تو وہ رسول کے پاس آتے ہیں
مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾	بڑے اطاعت کیش بن کر
اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ	کیا ان کے دلوں کو (منافقت) کا روگ لگا ہوا ہے
اَمِ ارْتَابُوْٓا	یا یہ شک میں پڑے ہوتے ہیں
اَمْ يَخَافُوْنَ	یا ان کو یہ خوف ہے

اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ کہ اللہ اور اُن کا رسول ان پر ظلم کرے گا؟
بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اصلی بات یہ ہے کہ ظالم تو یہ لوگ خود ہیں۔
اس سے پہلی آیت میں منافقوں کے کردار کا بیان ہو رہا تھا کہ وہ کس طرح اطاعت

Marfat.com

کے جھوٹے وعدے کرتے ہیں اور جب وقت آتا ہے تو وہ صاف کترا جاتے ہیں ایسے ہی منافقوں کی ایک اور خصوصیت یہاں یہ بتائی گئی ہے کہ اگر انھیں یہ اندازہ ہوجائے کہ کسی معاملہ کا فیصلہ ان کے حق میں ہونے جارہا ہے تو پھر وہ پوری طرح اطاعت گزار بن کر سامنے آتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اسلام پر چلنے میں کچھ فائدہ ہے تو یہ لوگ پورے ذوق وشوق کے ساتھ حاضر ہیں لیکن اگر جان یا مال پر کوئی آنچ آتی ہے تو پھر یہ کنّی کاٹ جاتے ہیں۔ آپ کو کتنے ہی لوگ ایسے ملیں گے جو اسلامی شریعت کو بس اسی وقت تک ماننے کے لئے آمادہ رہتے ہیں، جب تک انھیں اس میں اپنا کوئی فائدہ نظر آتا ہو۔ لیکن اگر حق فریق مخالف کو ملنے والا ہو تو پھر ان کے پاس سو بہانے ہوتے ہیں

اس طرح کے طرزِ عمل سے یہ پتہ لگ جاتا ہے کہ دل میں منافقت کا روگ بیٹھا ہوا ہے اور اسلام کے ساتھ ان کا تعلق حقیقی نہیں ہے، ابھی ان کے دل میں شک ہے اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ واقعی وہ پورے طور پر اسلام ہی کو حق مانتے ہیں۔

یہاں یہ بات اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ شریعت اسلامی کے مطابق معاملات کا فیصلہ کرنا اور کرانا ایمان کا تقاضہ ہے اگر کوئی شخص شریعت کی ان باتوں کو قبول کرتا ہے جو اس کے مطلب کی ہیں اور ان باتوں کو رد کردیتا ہے جو اس کی اغراض اور خواہشات کے خلاف ہوں تو ایسے شخص کا ایمان مستند نہیں۔ اسلامی قوانین کو پس پشت ڈالنا اور غیر الٰہی قانون کو ترجیح دینا دعویٰ ایمان کے منافی ہے۔ ایسا شخص مومن نہیں بلکہ منافق ہے اور اس کا دعویٰ ایمان جھوٹا ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ آیت نہایت اہم ہے اور اس کی روشنی میں ہم سب کو اپنے اپنے طرزِ عمل کو جانچتے رہنا چاہیئے۔ شریعت کا مطالبہ ہے کہ اسے پورا کا پورا مانا جائے۔ اپنے مطلب کی باتیں ماننا اور خلاف مزاج باتوں سے منہ موڑ لینا مومن کا شیوہ نہیں۔

اگر کسی شخص کا طرزِ عمل مذکورہ بالا انداز کا ہے تو اس کی ایک وجہ تو یہ ہوسکتی ہے کہ وہ سرے سے ایمان ہی نہ لایا ہو اور محض منافقانہ طریقہ پر دھوکہ دینے کے لئے اور مسلم معاشرہ سے فائدہ اٹھانے کے لئے وہ مسلمان بنا ہو، اور دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اسے رسول کے رسول

Marfat.com

ہونے، قرآن کے خدا کی کتاب ہونے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے کا یقین ہی نہ ہو اور وہ ان سب باتوں کو فرضی سمجھتا ہو، اور تیسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ خدا اور اس کے رسول کے بارے میں یہ گمان رکھتا ہو کہ انھوں نے شریعت ہمیں مصیبت میں ڈالنے کے لئے بنائی ہے اور ایسی شریعت بنا کر انھوں نے انصاف نہیں بلکہ ظلم کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر کسی شخص کے خیالات اس قسم کے ہوں تو اس سے بڑا دغاباز اور جعل ساز اور کون ہو سکتا ہے وہ اپنے نفس پر بھی ظلم کرتا ہے اور ان مسلمانوں پر بھی ظلم کرتا ہے جو اس کے ظاہر کو دیکھ کر اور ایمان کے دعوی کو سن کر اس پر اعتماد کر لیتے ہیں اور اس سے معاشرتی تعلقات قائم کر لیتے ہیں۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ	ایمان لانے والوں کا کام تو یہ ہے کہ
اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ	جب وہ اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں
لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ	تاکہ رسول ان کے مقدمہ کا فیصلہ کرے
اَنْ يَّقُوْلُوْا	تو وہ کہیں
سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ	کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾	ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں
وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ	جو اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کریں
وَيَخْشَ اللّٰهَ	اور اللہ سے ڈریں
وَيَتَّقْهِ	اور اس کی نافرمانی سے بچیں
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾	ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں۔

اطاعت ایمان کی روح ہے۔ اگر ایک شخص ایمان کے دعوے کے بعد اپنی پسند ناپسند کو آگے رکھتا ہے تو یہ اس کے ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔ کتنے ہی معاملات میں آدمی یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کا دل تو ایک بات کو پسند کرتا ہے لیکن اللہ اور اس کے رسول کی پسند کچھ اور ہے۔ شریعت کا ایک حکم ہے لیکن زمانے کا چلن، برادری کے رسم و رواج، گھر والوں کی خواہشات اور دوست احباب کے تقاضے کچھ اور چاہتے ہیں۔ جب کبھی ایسا موقع

Marfat.com

آجاتے تو دراصل یہ ایمان کے امتحان کا موقع ہوتا ہے۔ اس موقع پر مومن سب چیزوں کو پس پشت ڈال دیتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے۔ ایسے ہی شخص کو فلاح پانے والا اور کامیاب کہا گیا ہے۔ بہت سے موقعوں پر لوگ دوسروں کے دباؤ یا ڈر سے وہ راہ اختیار کرتے ہیں جو خدا اور رسول کے احکام کے خلاف ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو بتایا جا رہا ہے کہ اگر وہ کامیابی چاہتے ہیں تو انھیں ڈر صرف خدا کا ہونا چاہئیے۔ اور اس کی نافرمانی سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئیے ــــــ یہ ایمان اور اسلام کی کھلی ہوئی کسوٹی ہے، ہر شخص کو اپنے طرز عمل کو اسی روشنی میں ہر وقت جانچتے رہنا چاہئیے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ	یہ منافق اللہ کے نام سے کڑی کڑی
اَيْمَانِهِمْ	قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ
لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ	اگر آپ حکم دیں
لَيَخْرُجُنَّ ؕ	تو (ہم گھروں سے) نکل کھڑے ہوں
قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ	ان سے کہو کہ قسمیں نہ کھاؤ
طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ	تمہاری اطاعت کا حال معلوم ہے
اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝	اللہ تمہارے کرتوتوں سے بے خبر نہیں ہے۔

اطاعت و فرمانبرداری کا یقین دلانے کے لئے کہیں بھی قسمیں کھانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ انسان کا اپنا طرز عمل یہ ثابت کر دیتا ہے کہ وہ کس ڈھنگ پر چل رہا ہے۔ جو لوگ حقیقت میں مطیع فرمان ہوتے ہیں، اُن کا رویہ کسی سے چھپا ہوا نہیں ہوتا۔ ہر شخص ان کے طرز عمل کو دیکھ کر یہ محسوس کر سکتا ہے کہ یہ وفادار اور فرمانبردار لوگ ہیں۔ ایسے لوگوں کو قسمیں کھا کھا کر اپنی وفاداری کا یقین دلانے کی ہرگز ضرورت نہیں ہوتی۔ اور یوں بھی عام حالات میں اپنی بات منوانے کے لئے قسمیں کھانا کسی شخص کے سچا ہونے کا ثبوت نہیں ہوتا بلکہ قسمیں کھانے سے اس کا طرز عمل مشکوک ہو جاتا ہے۔ یہی بات یہاں کہی جا رہی ہے کہ سچے مومنوں کو اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا یقین دلانے کے لئے قسمیں کھانے کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی۔ کیونکہ یہ یقین کہ اللہ تعالیٰ ہر بات سے باخبر ہے، ان کے طرز عمل کو درست کرنے

Marfat.com

کے لئے بالکل کافی ہے۔ کیونکہ مخلوق کو کسی بات کا یقین دلانے کے لئے دعوے کرنا اور قسمیں کھانا ہوسکتا ہے کہ مفید ہو، لیکن اس خدا کے مقابلہ میں یہ طریقہ کچھ بھی مفید نہیں ہوتا جو کھلے چھپے سب حالات کو جانتا ہے۔ یہاں تک کہ دلوں میں چھپے ہوئے ارادے اور حالات سے باخبر ہے۔ کوئی شخص جو یقین رکھتا ہے کہ میرا اصل معاملہ خدا سے ہے، مجھے حساب خدا کو دینا ہے، اجر اسی سے لینا ہے اور اسی کی ناراضگی سے مجھے بچنا ہے وہ کبھی نہ بڑھ چڑھ کر دعوے کرے گا اور نہ قسمیں کھا کھا کر اپنی باتوں کا یقین دلانے کی کوشش کرے گا کیونکہ وہ تو جانتا ہے کہ جس خدا سے واسطہ ہے وہ سب کچھ جانتا ہے۔ قسمیں وہی کھاتا ہے جو خدا سے زیادہ بندوں کو یقین دلانا چاہتا ہے اور جس کی آرزوؤں اور تمناؤں کا مدار خدا کے بجائے بندوں کی خوشنودی پر ہوتا ہے۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ	کہو کہ اللہ کے مطیع بنو اور رسول کے تابع فرماں بن کر رہو
فَاِنْ تَوَلَّوْا	لیکن اگر تم منہ پھیرتے ہو
فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ	تو خوب سمجھ لو کہ رسول پر جس فرض کا بار رکھا گیا ہے اس کا ذمہ دار وہ ہے
وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ	اور تم پر جس فرض کا بار ڈالا گیا ہے اس کے ذمہ دار تم ہو۔
وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ	اس کی اطاعت کروگے تو خود ہی ہدایت پاؤ گے۔
وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۞	ورنہ رسول کی ذمہ داری اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ صاف صاف حکم پہنچا دے۔

اسلام کا سیدھا سادا اور سب سے پہلا مطالبہ یہ ہے کہ بندۂ مومن زندگی کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے احکامات کی پابندی کرے۔ جن چیزوں کا حکم دیا گیا ہے انھیں بخوشی کرے اور جن باتوں سے روکا گیا ہے ان سے دور رہے۔ اسلام کا یہ مطالبہ

Marfat.com

خود انسان کی اپنی کامیابی اور بہتری کیلیئے ہے اس کا کوئی فائدہ نہ اللہ کو پہنچتا ہے اور نہ اسلام کو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ پر کچھ ذمہ داریاں ڈالیں اور وہ یہ کہ اللہ کے احکامات بندوں تک پہنچا دے اور عقیدہ وعمل کے اعتبار سے انھیں جس جس ہدایت کی ضرورت ہے وہ انھیں دے دے۔ اور بندوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ جب خدائی احکامات انھیں پہنچ جائیں تو وہ ان کے مطابق عمل کریں۔ اگر بندے خدائی احکامات سننے کے بعد بھی منہ پھیریں اور اپنی من مانی راہوں پر چلتے رہیں تو اس سے رسول کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ رسول پر جس فرض کا بار ڈالا گیا ہے وہ اگر اس نے پورے طور پر ادا کر دیا تو اس کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔ اور پھر اس کے بعد ماننے یا نہ ماننے کی پوری ذمہ داری بندوں کی ہے۔ وہ اطاعت کریں گے تو زندگی کے ہر معاملہ میں ہدایت پائیں گے۔ بیدھے سیدھے راستے پر چل سکیں گے اور ان کی زندگی حقیقت کے اعتبار سے کامیاب ہوگی جس کے پھل وہ دنیا میں بھی کھائیں گے اور آخرت میں بھی کامیابی حاصل کریں گے۔ لیکن اگر وہ ایسا نہ کریں تو رسولؐ کی ذمہ داری اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ وہ بندوں کو صاف صاف حکم پہنچا دے۔ آخرت کا انجام اسی اطاعت اور عمل کی بنیاد پر ہوگا جس کا بوجھ بندوں پر ڈالا گیا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ	اللہ نے وعدہ فرمایا ہے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ	کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔
كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ	اسی طرح جس طرح ان سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے
وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ	اور ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا
الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ	جسے اللہ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا	اور ان کی حالت خوف کو امن سے بدل دے گا۔

Marfat.com

يَعۡبُدُوۡنَنِىۡ	تو وہ میری بندگی کریں
لَا يُشۡرِكُوۡنَ بِىۡ شَيۡـئًا‌ؕ	اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں
وَمَنۡ كَفَرَ بَعۡدَ ذٰ لِكَ	اور جو اس کے بعد کفر کرے
فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۞	تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔

یہ قرآن کی ایک بہت اہم آیت ہے، اس میں اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ مسلمانوں کو زمین میں خلافت عطا فرمائے گا۔ لیکن اس آیت کے سمجھنے میں ان لوگوں نے بڑی غلطی کی ہے جنھوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ یہ وعدہ مسلمانوں سے کیا جارہا ہے اور خلافت کا مطلب انھوں نے محض دنیوی اقتدار اور حکومت سمجھ لیا۔ حالانکہ یہاں جو بات کہی جارہی ہے اس کا خطاب ان لوگوں سے نہیں ہے جو محض مردم شماری کے مسلمان ہیں بلکہ یہ وعدہ ان لوگوں سے کیا جارہا ہے جو اپنے ایمان میں سچے ہوں، اور جن کے اخلاق اور اعمال ویسے ہی ہوں جیسا کہ اللہ کا دین چاہتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو پورے خلوص کے ساتھ اللہ کے دین پر چلنے والے ہوں اور ہر طرح کے شرک سے ان کا دامن پاک ہو۔ وہ ذات اور صفات میں بھی اللہ تعالیٰ کو واحد اور لاشریک مانتے ہوں اور اس کے اختیارات اور حقوق میں بھی کسی دوسرے کو شریک نہ بناتے ہوں۔ ان کی بندگی اور غلامی خالص اللہ کے لئے ہو۔ اللہ کے سوا وہ کسی کے غلام نہ ہوں، نہ اپنے نفس کے، نہ خاندان کے، نہ برادری کے رسم ورواج کے، نہ ملک کی سیاسی پالیسیوں کے اور نہ کسی دوسرے اقتدار کے۔ ایسے ہی مسلمانوں سے اللہ یہ وعدہ فرما رہا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلافت عطا فرمائے گا۔ جن لوگوں میں یہ خوبیاں موجود نہ ہوں اور جو محض نسلی اعتبار سے یا صرف زبانی دعویٰ کی حد تک مسلمان ہوں ان سے یہ وعدہ نہیں کیا گیا ہے۔

پھر ایک بات اور سمجھ لیجئے۔ وہ لوگ بھی غلطی کرتے ہیں جو خلافت کا مفہوم صرف حکومت اور فرمانروائی لے لیتے ہیں۔ حالانکہ جب دین میں یہ لفظ بولا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے بخشے ہوئے اختیارات کا حامل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے احکام کی تعمیل کرے۔ اگر یہ مفہوم ذہن میں واضح

Marfat.com

ہو تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہاں خلیفہ سے مراد مومن صالح ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ صحیح طور پر خلافت کا حق وہی ادا کرتا ہے۔ وہ کافر و فاسق جو خدا کے بخشے ہوئے اختیارات کو استعمال کرنے کی بجائے اپنی من مانی کرتا ہے تو وہ خلیفہ نہیں بلکہ باغی ہے۔ کیونکہ وہ مالک کے ملک میں اس کے دیئے اختیار کو نافرمانی کے طریقہ پر استعمال کرتا ہے۔ اسی لئے اسلامی اصطلاح میں خلیفہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق اپنے کو اس کا نائب سمجھتے ہوئے حکومت کرتا ہے۔ ایسا شخص زندگی کے ہر معاملے میں خالص اللہ تعالیٰ کی بندگی پر قائم رہتا ہے اور ان کا کوئی عمل ذرہ برابر شرک سے آلودہ نہیں ہوتا۔

بعض لوگوں نے خلافت کا مفہوم محض حکومت اور فرمانروائی لے لیا اور جب انھوں نے دیکھا کہ حکومت اور فرمانروائی کی باگ ڈور مسلمانوں کے ہاتھوں میں نہیں بلکہ غیروں کے ہاتھوں میں ہے تو انھوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ اللہ کی نظر میں یہی لوگ مومن اور صالح ہیں اور یہی لوگ اللہ کے پسندیدہ دین کے پیرو ہیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو انھیں حکومت کیوں ملتی ـــــ ان لوگوں نے اپنے اس غلط خیال کی سب چولیں ٹھیک بٹھانے کے لئے ایمان، عمل صالح، دین حق، عبادت اور شرک ہر چیز کا مفہوم بالکل بدل کر رکھ دیا، اور قرآن کا مفہوم بدل ڈالنے کی ایک ایسی مثال قائم کر دی جو اب سے پہلے کسی نے نہیں کی تھی انھوں نے قرآن کی پوری تعلیم کو مسخ کر ڈالا اور ایک ایسی چیز اسلام کے سر تھوپ دی جو اس نے ہرگز نہیں کہی تھی۔ ان لوگوں نے ان سب لوگوں کو جنھوں نے کبھی دنیا میں فرمانروائی کی ہے یا آج اقتدار کے مالک بنے ہوئے ہیں اس آیت کا مصداق ٹھہرا دیا۔ چاہے وہ خدا، وحی، رسالت، آخرت، ہر چیز کے منکر ہوں اور کیسے ہی ظالم اور غدّار ہوں۔ ان لوگوں نے ایمان کا مفہوم طبیعی قوانین کو ماننا لے لیا اور صلاح کا مطلب یہ ٹھیرایا کہ جو ان قوانین طبیعی کا کامیابی کے ساتھ استعمال کر سکے وہی صالح ہے اور اللہ کا پسندیدہ دین یہ ہے کہ انسان طبیعی علوم میں کمال حاصل کرے۔ صنعت و حرفت تجارت اور سیاست میں خوب ترقی کرے۔ چاند پر جائے، ایٹم کی طاقت کو قابو میں لائے اور ان قاعدوں اور ضابطوں کی پابندی کرے جو جدید علوم سے فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ہیں۔

Marfat.com

یہ قرآنی مفہوم کی ایسی خطرناک تحریف ہے جس کے بعد دین کا کوئی جزو بھی قرآن کی بتائی ہوئی تشریحات پر پورا نہیں اتر سکتا۔ یہ سب وہ لوگ ہیں جو موجودہ دور کی مادی ترقیوں سے انتہائی مرعوب ہیں اور دوسری طرف دین کے صحیح مفہوم اور اس کی حقیقی رُوح سے بے بہرہ اور محروم ہیں۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ کا دین اپنے ماننے والوں کو نہ قوانینِ طبیعی کے استعمال سے روکتا ہے اور نہ ایجادات اور صنعت و حرفت پر پابندیاں لگاتا ہے۔ وہ تو چاہتا ہے کہ انسان اللہ کا بندہ بن کر رہے اور اس کے پیدا کئے ہوئے تمام ذرائع اور وسائل کو کام میں لائے لیکن کسی مرحلے میں اس کا قدم قوانینِ الٰہی کے دائرے سے باہر نہ پڑے۔

وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ	اور نماز قائم کرو
وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ	اور زکوٰۃ دو
وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ	اور رسول کی اطاعت کرو
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝	امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا
لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	جو لوگ کفر کر رہے ہیں ان کے متعلق اس غلط فہمی میں نہ رہو
مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ	کہ وہ زمین میں اللہ کو عاجز کر دیں گے
وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ	ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے
وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۝	اور وہ بڑا ہی بُرا ٹھکانا ہے

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدے کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے ایمان لانے والوں کے ساتھ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں اپنا خلیفہ بنائے گا۔ اسی کے فوراً بعد حکم دیا جا رہا ہے کہ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو' اور رسول کی اطاعت کرو۔ اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ان ہی لوگوں سے ہے جو سب سے پہلے نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کریں اور پورے طور پر اللہ کے رسول کی اطاعت کے لئے تیار ہوں۔ دنیا میں کوئی گروہ اجتماعی طور پر اور کوئی فرد انفرادی طور پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا مستحق نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ مکمل اطاعت کا فیصلہ نہ کرلے اور خصوصیت کے ساتھ نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ

Marfat.com

دینے کا اہتمام نہ کرے۔

اللہ کے رسول کی بے چون وچرا اطاعت کا مطالبہ کچھ ویسا ہی مطالبہ نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر حکومتوں کی طرف سے اطاعت کا مطالبہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اختیار اور اقتدار ایسا نہیں جو بندوں کی اطاعت کا محتاج ہو۔ زمین پر کسی کی سرکشی اللہ کو عاجز نہیں کر سکتی وہ بڑی طاقت والا اور زبردست ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اگر یہاں اس کے باغی کچھ پھلتے پھولتے نظر آئیں تو اس سے یہ نہ سمجھئے کہ وہ اللہ کی پکڑ سے باہر ہیں۔ زمین میں ہر شخص کو جو مہلت ملی ہوتی ہے وہ اس کے کارناموں کے لئے ایک امتحانی مہلت ہے۔ اس کے بعد موت ہے جو دنیا کی سب سے زیادہ یقینی حقیقت ہے۔ اس کے بعد باغیوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بڑا ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اے لوگو جو ایمان لائے ہو
لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ	لازم ہے کہ تمہارے مملوک، اور تمہارے وہ بچے جو ابھی عقل کی حد کو نہیں پہنچے ہیں، تین اوقات میں اجازت لے کر تمہارے پاس آیا کریں
مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ	صبح کی نماز سے پہلے
وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ	اور دوپہر کو جب کہ کپڑے اتار کر رکھ دیتے ہو
وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ	اور عشاء کی نماز کے بعد
ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ	یہ تین وقت تمہارے لئے پردہ کے ہیں
لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ	ان کے بعد وہ بلا اجازت آئیں تو نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ اُن پر۔
طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ	تمہیں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنا ہی ہوتا ہے
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ	اس طرح اللہ تمہارے لئے اپنے ارشادات کی توضیح کرتا ہے۔

Marfat.com

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٥٨﴾ — اور وہ علیم وحکیم ہے

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ — اور جب تمہارے بچے عقل کی حد کو پہنچ جائیں

فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ — تو چاہیئے کہ اسی طرح اجازت لے کر آیا کریں

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ — جس طرح ان کے بڑے اجازت لیتے ہیں

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ — اس طرح اللہ اپنی آیات تمہارے سامنے کھولتا ہے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٥٩﴾ — اور وہ علیم وحکیم ہے

بہت سے معاشرتی احکام اس سورہ میں اس سے پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ اب یہاں کچھ مزید احکام دیئے جا رہے ہیں۔ ان احکام کا عنوان "استیذان" ہے۔ یعنی کسی کے مکان یا کمرے میں داخل ہونے سے پہلے اجازت حاصل کر لینا۔ ان احکامات سے اسلامی معاشرہ میں کسی شخص کے حق تخلیہ وتنہائی (PRIVACY) کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ یعنی یہ کہ اسلامی معاشرہ ہر شخص کا یہ حق تسلیم کرتا ہے کہ جب وہ تنہائی میں ہو تو کوئی شخص اس کی اجازت کے بغیر مداخلت نہ کرے۔

ان آیات میں لونڈیوں اور غلاموں کے لئے حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ بھی تخلیہ کے اوقات میں تمہارے کمروں میں اچانک نہ داخل ہو جایا کریں۔ ایسا ہی حکم اپنے ہوشیار بچوں کے لئے بھی ہے، اور ان میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں شامل ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک گھر کے بچے اس عمر کو نہ پہنچ جائیں جب کہ ان میں صنفی شعور بیدار ہوا کرتا ہے وہ اس قاعدے کی پابندی کریں جو اس آیت میں بیان ہوا ہے یعنی یہ کہ ان تین اوقات میں وہ بغیر اجازت داخل نہ ہوا کریں جن کا ذکر ان آیات میں آیا ہے اور جب وہ اس عمر کو پہنچ جائیں جس میں صنفی شعور بیدار ہو جاتا ہے تو پھر وہ اس ضابطہ کی پابندی کریں جس کا ذکر آیت ۵۹ میں کیا گیا ہے۔

تین اوقات یعنی صبح فجر کی نماز سے پہلے، دوپہر کے وقت، بشرطیکہ موسم وآب وہوا کے اعتبار سے لوگ آرام کرنے کے عادی ہوں، اور عشاء کی نماز کے بعد جب سونے کا وقت ہو جائے تو ان اوقات میں اجازت لے کر کسی کے کمرے میں جانا چاہیئے۔ دوسرے اوقات

Marfat.com

ہیں نابالغ بچے اور گھر کے مملوک جو برابر آتے جاتے رہتے ہیں بلا اجازت داخل ہو سکتے ہیں۔ اپنے بچوں اور گھر کے ملازمین کو ایسی ہی تہذیب سکھانا چاہیئے۔

ان دونوں آیات میں احکام بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا ہے "وَ اللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ" کہ اللہ سب کچھ جانتا بھی ہے اور حکمت والا ہے ۔ قرآن کا یہ عام انداز ہے کہ احکام بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔ اس کی بڑی اہمیت ہے۔ مثال کے طور پر یہیں دیکھئے کہ حکم دیا جا رہا ہے اجازت لے کر کسی کے کمرے یا گھر میں داخل ہونے کا، اور یہ یاد دلایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا بھی ہے اور حکمت والا بھی ہے۔ یہ اشارہ اس حقیقت کی طرف ہے کہ جس ذات کی طرف سے یہ احکام مل رہے ہیں اس کا علم بہت وسیع ہے۔ وہ تمہاری زندگی کے ہر پہلو کو جانتا ہے۔ تمہارے نفع نقصان پر اس کی پوری نظر ہے اس لئے وہ تمہیں جو حکم دے رہا ہے وہ علم کی پوری روشنی میں دے رہا ہے وہی تمہارے لئے صحیح ہے۔ پھر وہ حکیم بھی ہے اس کا ہر حکم حکمت پر مبنی ہے اور اسی میں تمہارے لئے خیر ہے۔ حکم دینے کے لئے علم و حکمت انتہائی ضروری صفات ہیں۔ علم کے بغیر یا حکمت کے تقاضوں کو نظر انداز کرتے ہوئے جو حکم دیا جائے گا وہ نقصان ہی پہنچائے گا، صحیح نہ ہوگا۔

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ	اور جو عورتیں جوانی سے گذر بیٹھی ہوں۔
لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا	نکاح کی امیدوار نہ ہوں
فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ	وہ اگر اپنی چادریں اُتار کر رکھ دیں تو
اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ	ان پر کوئی گناہ نہیں
غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِیْنَةٍ ؕ	بشرطیکہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں
وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ ؕ	تاہم وہ بھی حیاداری ہی برتیں تو ان کے حق میں اچھا ہے
وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝	اور اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے

پردہ کی جن پابندیوں کا ذکر اس سے پہلی آیتوں میں آچکا ہے ان میں ایسی خواتین کے لئے کچھ ڈھیل دی گئی ہے جو اپنی جوانی کے ایام گذار چکی ہوں، یعنی جو ایسی عمر کو پہنچ گئی ہوں کہ اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ رہیں اور اُن کی اپنی خواہشات بھی مر چکی ہوں، انھیں یہ

Marfat.com

ڈھیل دی گئی ہے کہ اگر وہ اپنی چادروں وغیرہ کو جن سے زینت چھپانے کا حکم ہے، اتار کر رکھ دیں یا گھونگھٹ و نقاب کا اہتمام نہ کریں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اس ڈھیل کو بھی بعض شرطوں سے مشروط کر دیا گیا ہے مثلاً پہلی شرط یہ ہے کہ وہ زینت کی نمائش نہ کریں اور اس پر بھی یہ کہہ دیا گیا ہے کہ اس کے باوجود وہ احتیاط کریں تو زیادہ بہتر ہے۔ پھر آیت کے ختم پر اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو دہرایا گیا ہے کہ وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

بات یہ ہے کہ ہر طرزِ عمل کے پیچھے نیت و ارادہ کی بڑی اہمیت ہے اس لئے فرمایا گیا ہے کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ اُس کی دی ہوئی رعایتوں سے کون حدود کے اندر رہ کر فائدہ اٹھا رہا ہے اور کون بے نیازی اختیار کر رہا ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ — کوئی حرج نہیں اگر کوئی اندھا یا لنگڑا یا مریض (کسی کے گھر سے کھا لے)

وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ — اور نہ تمہارے اوپر اس میں کوئی مضائقہ ہے

اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ — کہ اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے۔

اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ — یا اپنی ماں نانی کے گھروں سے

اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ — یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے، یا اپنی بہنوں کے گھروں سے۔

اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ — یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے، یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے۔

اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ — یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے۔

اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ — یا اُن گھروں سے جن کی کنجیاں تمہاری سپردگی میں ہوں۔

اَوْ صَدِيْقِكُمْ — یا اپنے دوستوں کے گھروں سے

Marfat.com

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ	اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ تم لوگ مل کر کھاؤ یا الگ الگ
فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ	البتہ جب گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو
تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ	دعائے خیر، اللہ کی طرف سے مقرر فرمائی ہوئی
مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ	بڑی با برکت اور پاکیزہ
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝	اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے آیات بیان کرتا ہے توقع ہے کہ تم سمجھ بوجھ سے کام لوگے

معذوروں کے لئے اور دوست احباب رشتہ داروں کے لئے دوسروں کے گھروں میں کھانے پینے کی اجازت کا ذکر ہوا ہے۔ جہاں تک معذور آدمی کا تعلق ہے اسلامی معاشرہ میں اُسے اجازت ہے کہ وہ اپنی بھوک رفع کرنے کے لئے ہر جگہ اور ہر گھر سے کھا سکتا ہے۔ اُس کی معذوری بجائے خود سارے معاشرہ پر اس کا حق قائم کر دیتی ہے اس لئے اُسے جہاں سے بھی کچھ کھانے کو ملے جائز ہے۔ رہے عام آدمی تو انکے لئے اپنے گھر، انکے رشتہ داروں اور دوستوں کے گھر جن کا ذکر ہوا یکساں ہیں۔ ان میں سے کسی کے یہاں کھانے کے لئے اس اس طرح کی شرطوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ صاحب خانہ باقاعدہ اجازت دے تو کھائیں ورنہ اسے خیانت سمجھا جائے، اس بات کی اجازت ہے کہ آدمی اگر ان میں سے کسی کے گھر جائے اور گھر کا مالک موجود نہ ہو اور اس کے بیوی بچے کھانے کو کچھ پیش کریں تو بے تکلف کھایا جا سکتا ہے۔

یہاں جن رشتہ داروں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں اولاد کا ذکر نہیں ہے اور یہ اس لئے ہے کہ اس کی اولاد کا گھر اس کا اپنا ہی گھر ہے، البتہ یہاں دوستوں سے مراد وہ بے تکلف وجگری دوست ہیں جن کی غیر موجودگی میں اگر آپ کچھ کھالیں تو انھیں ناگوار گذرنا تو درکنار انھیں اس پر الٹی خوشی ہو۔

اسی آیت کے آخری حصہ میں معاشرتی آداب کی ایک اور دفعہ کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو۔ تمہارا سلام کرنا ایک دعائے خیر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے اور اس میں بڑی برکت اور پاکیزگی ہے۔

بہت سے لوگ سلام کرنے کو صرف اس وقت ضروری سمجھتے ہیں جب گھر کے لوگوں کے ساتھ

Marfat.com

کوئی دوسرا آدمی بھی بیٹھا ہوا ہو۔ اسی طرح بہت سے گھرانوں میں خود گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنے کا رواج نہیں ہے۔ یہ بات اسلامی معاشرتی آداب کے مطابق نہیں ہے۔ یہاں حکم دیا جارہا ہے کہ جب بھی تم گھروں میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو، اس میں بڑی خیر و برکت ہے۔

کوشش کرنا چاہیئے کہ بچے ابتدا ہی سے اس کے عادی بنیں اور اگر وہ اب تک اس کے عادی نہیں ہیں تو مناسب طریقہ پر انھیں اس کی تعلیم دی جانی چاہیئے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	مومن تو دراصل وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول
بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ	کو دل سے مانیں
وَاِذَا کَانُوْا مَعَہٗ عَلٰٓی اَمْرٍ جَامِعٍ	اور جب کسی اجتماعی کام کے موقعہ پر رسول کے ساتھ ہوں
لَّمْ یَذْھَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْہُ ؕ	تو اس سے اجازت لئے بغیر نہ جائیں
اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَکَ	جو لوگ تم سے اجازت مانگتے ہیں
اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ	وہی اللہ اور رسول کے ماننے والے ہیں
فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْکَ لِبَعْضِ شَاْنِھِمْ	پس جب وہ اپنے کسی کام سے اجازت مانگیں
فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْھُمْ	تو تم جسے چاہو اجازت دے دیا کرو
وَاسْتَغْفِرْ لَھُمُ اللّٰہَ ؕ	اور ایسے لوگوں کے حق میں اللہ سے دعائے مغفرت کیا کرو
اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۶۲﴾	اللہ یقیناً غفور و رحیم ہے

اس آیت میں مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے آداب میں سے ایک بہت اہم تنظیمی ہدایت دی گئی ہے۔ ویسے تو یہ ہدایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے دی گئی ہے اور ہدایت میں خطاب صحابہ کرامؓ کی طرف ہے لیکن اجتماعی آداب میں یہی ہدایت مسلمانوں کے ہر اجتماعی نظم کے لئے۔ اور اس ہدایت کی پیروی کو براہِ راست اللہ اور رسولؐ پر ایمان لانے سے متعلق کر دیا گیا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ جب مسلمان کسی اجتماعی کام کے موقعہ پر اپنے کسی تنظیمی سربراہ کے ساتھ کسی کام کے لئے جمع ہوں تو وہ مجلس سے بغیر اجازت لئے

Marfat.com

نہ جائیں۔ اسلامی نظام جماعت کے ضوابط کی یہ ایک اہم دفعہ ہے۔ ایسے اجتماعات سے وہ اجازت کے بغیر نہ جائیں اور نہ اجازت کے بغیر منتشر ہوں۔ پھر یہ فرما دیا گیا ہے کہ اجازت اسی صورت میں مانگنا چاہیئے جب کوئی حقیقی ضرورت لاحق ہو۔ اور یہ حق اجتماعی نظم کے سربراہ کا ہے کہ وہ مناسب سمجھے تو اجازت دے یا نہ دے۔

اگر خدانخواستہ اجازت طلب کرنے میں ذرا سی بھی بہانہ بازی کا دخل ہو، یا اجتماعی ضروریات پر انفرادی ضروریات کو مقدم رکھنے کا جذبہ ہو تو یہ گناہ ہے۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہو یا آپؐ کے جانشین، ان کے لئے فرمایا گیا ہے کہ وہ صرف اجازت دینے پر ہی اکتفا نہ کریں بلکہ ساتھ میں اجازت مانگنے والے کے حق میں دعائے مغفرت بھی کریں کہ اگر کسی طرح ان کا اجازت مانگنا غلط ہو تو اللہ تعالیٰ انھیں معاف کر دے ۔۔۔ اللہ تعالیٰ بڑا غفور و رحیم ہے۔ وہ اپنے بندوں کی کوتاہیاں برابر معاف فرماتا رہتا ہے

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ	مسلمانو! اپنے درمیان رسول کے بلانے کو آپس میں
كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ	ایک دوسرے کا سا بلانا نہ سمجھ بیٹھو۔
قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ	اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے
الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ؕ	جو تم میں ایسے ہیں کہ ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوتے چپکے سے سٹک جاتے ہیں۔
فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ	رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیئے
اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ	کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں
اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ...	یا ان پر دردناک عذاب نہ آجائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام عالی کا احساس دلاتے ہوئے مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ دیکھو رسول اللہ اگر تمہیں کسی کام کے لئے بلائیں تو اسے عام آدمیوں کے بلانے کی طرح نہ سمجھو۔ رسول کا بلاوا غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ کوئی دوسرا شخص بلائے اور تم توجہ نہ کرو تو ایک حد تک قابل برداشت ہے لیکن رسول اللہ خود بلائیں اور تم نہ جاؤ، یا دل میں کوئی تنگی

Marfat.com

محسوس کرو تو ایمان خطرے میں ہے۔ قرآن میں لفظ دعا استعمال ہوا ہے جس کے معنی بلانے کے بھی اور دعا دینے کے بھی ہیں۔ اگر دعا دینے کے معنی لئے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ اگر رسول تم سے خوش ہو کر دُعا کریں تو یہ بہت بڑی نعمت ہے اور ناراض ہو کر بد دعا کر دیں تو تمہاری اس سے بڑھ کر اور کوئی بدنصیبی نہیں۔

رسول اللہؐ کی صحبت میں جو لوگ جمع ہوتے تھے ان میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو دل سے تو ایمان نہیں لائے تھے مگر دوسرے اسباب کے تحت اپنے کو مسلمان شمار کراتے تھے۔ ایسے لوگوں کو منافق کہا گیا ہے۔ اس آیت میں منافق کی پہچان یہ بتائی ہے کہ جب اسلام کے اجتماعی کاموں کے لئے انھیں بلایا جاتا ہے تو وہ شرما شرمی آتو جاتے ہیں کیونکہ اگر صاف انکار کر دیں تو پھر شاید ان کا شمار مسلمانوں میں نہ ہو، لیکن یہ حاضری انھیں سخت ناگوار ہوتی ہے اور وہ اس تاک میں رہتے ہیں کہ کب آنکھ بچے اور کب وہ چپکے سے کھسک جائیں۔

رسول اللہؐ کے احکام کی خلاف ورزی بہت ہی شدید گناہ ہے۔ اس پر جگہ جگہ عذاب کی وعید آئی ہے، جو دنیا میں بھی آسکتا ہے اور آخرت میں تو ہوگا ہی۔ یہاں اس آیت میں ان احکام کی خلاف ورزی کرنے پر دنیاوی عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ فرمایا گیا کہ اگر تم یہ رویہ اختیار کرو گے تو ہوسکتا ہے کہ کسی فتنہ میں گرفتار ہو جاؤ یا تم پر کوئی دردناک عذاب آجائے۔

دنیاوی فتنوں میں جابر حکمرانوں کا تسلط بھی فتنے کی ایک صورت ہے اور اسکے علاوہ دوسری بے شمار صورتیں ممکن ہیں۔ مثلاً آپس کے تفرقے، خانہ جنگیاں، اخلاقی زوال، نظام جماعت کی پراگندگی وغیرہ، جس کے نتیجہ میں مسلمانوں میں انتشار ہوتا ہے، اُن کی سیاسی و مادی طاقت ٹوٹ جاتی ہے۔ اس طرح انھیں دوسروں کا محکوم بن کر رہنا پڑتا ہے۔

اسلام جس معاشرہ کا تصوّر پیش کرتا ہے اُس کے مطابق اُسے دوسروں پر غالب بن کر ہی رہنا چاہئیے۔ محکوم و مجبور ہو کر رہنا اس کا مزاج نہیں۔

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ	خبردار رہو آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ کا ہے۔
قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ	تم جس روش پر بھی ہو اللہ اُسے جانتا ہے۔

Marfat.com

وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ	جس روز لوگ اُس کی طرف پلٹیں گے
فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ	وہ انھیں بتا دے گا کہ وہ کیا کچھ کر کے آئے ہیں
وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۠	وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

سورہ کو ختم کرتے ہوئے پھر اس ایمان کو تازہ کیا گیا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ کا ہے اور اللہ کا علم ہر بات پر حاوی ہے۔ تم جس حال میں بھی ہو اللہ اُسے جانتا ہے۔ اسی کے ساتھ یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ اس کی اس قدرت وعلم کی بنا پر تمہیں اس کے سامنے ایک دن جوابدہی کرنا ہوگی۔ وہ دن آکر رہے گا جب تم اس کے حضور حاضر کئے جاؤ گے اور وہاں وہ تمہیں سب کچھ بتا دے گا کہ تم کیا کچھ کر کے آئے ہو۔

Marfat.com